تنظیم اسلامی کا ترجمان

31

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

4 تا 10 ذوالحجہ 1440ھ / 6 تا 12 اگست 2019ء

نبی اکرم ﷺ کی حکمت تبلیغ

تبلیغ میں اس امر کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ انسان مخاطب کی طرف سے کسی مزاحمت، رکاوٹ، تمسخر اور استہزا کی پروا نہ کرے۔ چنانچہ جس قدر مزاحمتیں اور رکاوٹیں آپؐ کے راستے میں پیدا کی گئیں، آپؐ نے ان کی کوئی پروا نہ کی بلکہ اپنے فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں آپؐ کا انہماک شبانہ روز بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپؐ نے علانیہ مجالس میں بھی تبلیغ کی اور انفرادی ملاقاتوں اور علیحدہ مجالس کے ذریعے بھی لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا اور انہیں بندگیٔ رب اختیار کرنے کی دعوت دی۔ آپؐ نے نہ کبھی دشمنوں کے استہزا کی پروا کی اور نہ ان کی بیہودگیوں کا کبھی نوٹس لیا۔ آپؐ ان کی بیہودگیوں کو ہمیشہ نظرانداز فرمایا کرتے اور ان کی بداخلاقی پر کبھی ناراضی، غصہ و پریشانی اور جھنجلاہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ آپؐ کا یہ شریفانہ طرزِ عمل اتنا عالی ظرفی پر مبنی ہوتا کہ کفار کے دلوں کی تہہ میں حضور ﷺ کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی۔ قریش آپؐ کے استقلال، استقامت، اور اپنے مقصد پر اتنی مضبوطی سے قائم رہنے پر سخت حیرت زدہ تھے اور ان میں سے سعید فطرت انسانوں کے دلوں میں آپؐ کی صداقت کا اعتراف بڑھتا چلا گیا۔

رسول اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب
سیّد اسعد گیلانی

اس شمارے میں

قربانی
داعی کے اوصاف
وزیراعظم کا دورۂ امریکہ
سوئے میخانہ
دعوت فکرِ اسلامی
فریضۂ حج اور ہماری کوتاہیاں

الھدیٰ (864)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بیت اللہ کی تعمیر اور لوگوں میں حج کی منادی

سُوْرَۃُ الْحَجّ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیات: 26 ، 27

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝

آیت ۲۶ ﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾ ''اور جب ہم نے معین کر دی ابراہیمؑ کے لیے اپنے اس گھر کی جگہ''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نشاندہی کر دی گئی کہ ٹھیک اس جگہ پر بیت اللہ کی تعمیر کی جائے۔ غالباً یہ وہی جگہ تھی جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ بعد میں سیلاب کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر شدہ دیواریں گر گئیں اور ان کے آثار بھی ناپید ہو گئے لیکن زمین کے اندر بنیادیں موجود تھیں۔

﴿اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۲۶﴾ ''(اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا' اور میرے اِس گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں کے لیے اور قیام' رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے۔''

آیت ۲۷ ﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ ''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو''

اس حکم کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسے اعلان کیا ہو گا' کس طرح لوگوں کو پکارا ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پیغام اور پکار کو کہاں کہاں تک پہنچایا ہو گا' یہ معاملہ اللہ اور ان کے درمیان ہے۔

﴿يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۲۷﴾ ''آئیں گے آپؑ کے پاس لوگ پیدل بھی اور بڑی لاغر اونٹنیوں پر بھی' جو پہنچیں گی دور دراز گہری وادیوں میں سے ہو کر۔''

پہاڑوں کے درمیان کے راستہ کو ''فَجّ'' کہتے ہیں۔ اس سے مکہ کی مضافاتی وادیوں اور گھاٹیوں کی طرف اشارہ ہے کہ آپؑ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دور و نزدیک سے لوگ آئیں گے۔ ان میں پیدل بھی ہوں گے اور سوار بھی۔ وہ دور و نزدیک کے گہرے پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے یہاں پہنچیں گے۔ لاغر اونٹنیوں کے ذکر سے دور دراز کے سفر مراد ہیں کہ طویل سفر کی وجہ سے ان کی اونٹنیاں لاغر ہو چکی ہوں گی۔

فرمان نبویؐ

نظر بازی: موجب لعنت

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ))

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اُس پر جس کو دیکھا جائے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی نامحرم عورت کو یا کسی کے ستر کو (جس کا دیکھنا حرام ہے) قصداً دیکھے' تو اس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہے' یعنی رحمت سے محرومی کا فیصلہ ہے اور اسی طرح وہ بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہے جس نے بلاضرورت دیکھنے والے کو دیکھنے کا موقع دیا اور اپنے آپ کو دکھایا۔

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 تا 10 ذوالحجہ 1440ھ جلد 28
6 تا 12 اگست 2019ء شمارہ 31

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعدؔ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

قربانی

ندائے خلافت کا یہ شمارہ جب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا تو عیدِ قرباں قریب ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ امتِ مسلمہ یہ دن ایک ایسے واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مناتی ہے جس کے بارے میں بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ انسانی تاریخ میں وقوع پذیر ہونے والے حیران کن اور عظیم ترین واقعات کی جب بھی کوئی فہرست بنائی جائے گی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل، یہ کارنامہ، یہ محیر العقل قدم کہ اپنے رب کے حکم پر، اُس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے جواں سال بیٹے کی گردن پر چھری چلادی، یقیناً سرفہرست ہوگا۔ انسانی تاریخ کا یہ ایسا واقعہ ہے کہ ممتحن پکار اٹھا کہ بس بس تم کامیاب قرار پائے، تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اللہ کے آخری نبی محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔'' ستاسی سال کی عمر میں اولادِ نرینہ کی نعمت سے نوازے جانے والے باپ نے سو سال کی عمر میں اپنے 13 سالہ اکلوتے بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا۔ انسانی فطرت کو سمجھتے ہوئے اور بیٹے کے لیے باپ کے جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے یہ بات آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ کسی بھی باپ کا اپنی جان کو قربان کردینا، خاص طور پر اس عمر میں، اپنے بیٹے کو قربان کردینے کی نسبت انتہائی کمتر درجہ کی قربانی ہے۔ حالانکہ ہزاروں سال میں انسان نے یہ جانا اور صحیح جانا کہ اپنی جان سے بڑھ کر کوئی شے عزیز نہیں ہوتی۔

ہمیں یہاں قربانی کے مسائل اور فضائل بیان کرنا مقصود نہیں۔ صرف یہ عرض کردینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر دو اور دو چار کی طرح واضح کر رہا ہے کہ دنیا میں انسان کی عزیز ترین متاع بھی اللہ کے حکم کے مقابلے میں سِرے سے کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقانِ حمید میں فرماتا ہے: ''اور ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لیے۔'' انسان کا مقصد پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کی بے چون وچرا اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ پھر یہ کہ جو کچھ دنیا میں ہمارے پاس ہے، وہ اُسی کا فضل ہے اور اُسی کا عطا کردہ ہے۔ گویا ہم اُسی کا دیا ہوا، اُسی کے حضور پیش کرتے ہیں اور وہ اپنی رحمت کے صدقے اسے ہماری طرف سے قربانی قرار دے دیتا ہے۔ لیکن آج اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت نے اس قربانی کو کیا بنا دیا ہے؟ حلال روزی کے شرعی تقاضوں کو بالائے طاق رکھو، جیسی چاہو حرام خوری کرو، دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتے رہو، رشوت ستانی اور بلیک مارکیٹنگ کا بازار گرم رکھو، بے حیائی کا ارتکاب کرو اور پھر جو چاہو کرتے چلے جاؤ، لیکن عید پر لاکھوں روپے کی مالیت کا عظیم الجثہ جانور قربان کردو اور پھر اُس سارے اجر وثواب کا خود کو حقدار سمجھو جس کا ذکر احادیثِ مبارکہ میں کیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں صاف صاف فرماتا ہے کہ جانور کا گوشت یا خون اُس تک نہیں پہنچتا بلکہ اصلاً تقویٰ درکار ہے۔ یعنی خلوص اور نیک نیتی سے کیا گیا عمل۔ ہم نے انفرادی اور اجتماعی

دونوں سطحوں پر قربانی کے فلسفے کو سمجھنے اور جاننے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔

بچے قربانی کے جانوروں سے دل بہلاتے اور کھیل کود کرتے ہیں اور بڑے گوشت کھانے اور کھلانے کے علاوہ قربانی کا کوئی تصور ہی نہیں رکھتے۔ کوئی نفسانی خواہشات کو قربان کرنے کو تیار نہیں، کوئی اپنے حقوق کی قربانی کرنے کو تیار نہیں۔ کسی کو شریعت کے تقاضے پورے کرنے کی فکر نہیں۔ امیر غریب پر مسلط ہے اور اُس پر ظلم وستم ڈھا رہا ہے اور غریب سرتوڑ کوشش کر رہا ہے کہ وہ بھی امیر ہو جائے اور پھر جو کچھ ظلم اُس پر ہوتا رہا وہ اُس سے بھی بڑھ کر کرے۔

انفرادی سطح پر یہ کچھ ہو رہا ہے اور معاشرہ چونکہ افراد سے ہی تشکیل پاتا ہے لہٰذا معاشرے کے لیے الگ طور پر کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حکومت دن رات کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہے اور اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے سیاست دان حکومت مخالف نت نئی تحریکیں اٹھانے کے علاوہ کچھ کرنے کو تیار نہیں۔ ریاستی اداروں کی حالت مختلف نہیں۔ ہم اداروں کی کارکردگی پر کئی صفحات سیاہ کر سکتے ہیں لیکن بقول سابق برطانوی وزیراعظم چرچل، انصاف کی فراہمی ریاستی سلامتی اور تحفظ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یعنی وہی ریاست سلامت اور محفوظ رہتی ہے جس میں عدل قائم ہو۔ لہٰذا ہم صرف اپنے عدالتی نظام کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ توہین عدالت کا عصا اژدھا بن کر ہمارے اس معصوم سے جریدے کو ہڑپ کر سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارا عدالتی نظام ہماری اشرافیہ کی چوکھٹ پر سربسجود رہتا ہے۔ یہاں تک کہ چھٹی والے دن بھی اشرافیہ کے لیے حاضر سروس رہتی ہیں۔ جبکہ غریب کی رسائی سے انصاف کوسوں دور ہے۔ ہمارا قانون آنکھیں رکھتا ہے۔ یہ طاقتور کے سامنے کورنش بجالاتا ہے اور کمزور پر کوڑا بن کر برستا ہے۔ ہماری عدلیہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں۔ یہ عدالتی نظام وردی سے خوفزدہ ہو کر عوامی وزیراعظم کو پھانسی لگا دیتا ہے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ اِسے عدالتی قتل بھی تسلیم کر لیا جاتا ہے اور کسی ''طاقتور شریف'' کے خلاف کسی صورت کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوتا، چاہے لوٹ مار کی خبر معتبر عالمی اداروں کی طرف سے آئے۔ اسے کوئی توہینِ عدالت قرار دے یا تحسین عدالت، ہم نے قارئین کو تاریخ کی چیخ سنوائی ہے اور تاریخ کی چیخ وپکار کبھی نہیں رکتی، چاہے مائی لارڈ کتنے ہی زوردار انداز سے ہتھوڑا میز پر مارتے رہیں۔

نجی اور احتجاجی سطح پر اس پس منظر میں کہ دھن اور دھاندلی کا معاشرے میں تسلط ہو تو قربانی کے لیے مطلوب تقویٰ ناپید ہوگا اور اخلاص اور نیک نیتی کہاں سے آئے گی؟ اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ کم از کم مسلم معاشرہ کبھی بھی ایسے صالح لوگوں سے مکمل طور پر خالی نہیں ہوتا جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان انگلیوں پر شمار کیے جانے والے صالحین نے ہی اس خستہ ریاست کو کندھا دے کر گرنے سے بچایا ہوا ہے۔ لیکن قوم کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اتنے کم لوگ اتنی بڑی قوم کو سہارا دے کر کب تک کھڑا رکھ سکیں گے؟ مسلمانانِ پاکستان کو کچھ کرنا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ان صالحین کے کندھے جواب دے جائیں۔ کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ قربانی کے جانور کی گردن پر چھری پھیرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ناجائز خواہشات پر بھی چھری چلائیں۔ اپنے نفس کو قابو کریں۔ پھر یہ کہ ذاتی طور پر اللہ اور رسولﷺ کی فرمانبرداری اختیار کریں اور اجتماعی سطح پر نظام عدل وقسط قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اگرچہ بُرائی کو دل سے بُرا جاننا بھی کسی درجہ میں ایمان کی موجودگی کا ثبوت ہے، لیکن ہمارا قومی جسد جتنے خوفناک عوارض کا شکار ہو چکا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے آگے بڑھ کر کم از کم زبان سے بُرائی کے خلاف جہاد شروع کریں۔ آج کا دور زبان درازی کا دور ہے۔ سیکولر میڈیا کی گز گز لمبی زبانیں بے خدائی اور بے حیائی کے بیج بو رہی ہیں۔ انہیں جواب دینا ہوگا لیکن شائستگی کے ساتھ، حکمت کے ساتھ! اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے، اس دعا کے ساتھ کہ جلد وہ وقت آئے کہ ہم اللہ اور دین کے دشمنوں کا ہاتھ سے مقابلہ کر سکیں۔ پھر وہ نظام قائم ہوگا جس میں اکثریت متقین کی ہوگی اور اُن کی قربانی اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہوگی، جسے اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت بخشے گا۔ ان شاء اللہ! ہماری مسلمانانِ پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ جانوروں کی قربانی ضرور کریں کہ یہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت ہے، یہ ربّ ذوالجلال کے پاک اور مقدس گھر کے معمار کی سنت ہے، یہ اُس عظیم ہستی کی سنت ہے جس کے پاک وجود نے آتش کدہ کو گلشن بنا دیا، لیکن یاد رکھیں کہ تقویٰ یعنی عمل صالح اور نیک نیتی قربانی کی بنیادی شرط ہے۔ اس کا اصل مقصد بھی قرآن میں بتا دیا گیا ہے کہ: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۲﴾ (الانعام) ''آپ کہیے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔'' یعنی قربانی کی روح یہ ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی بھی اللہ کے لیے وقف کر دیں۔ اللہ ربّ العزت ہماری صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور ہماری قربانیاں قبول فرمائے۔ آمین!

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین کو

عید الاضحیٰ مبارک ہو!

قارئین نوٹ فرمالیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔
بنابریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ عید کے بعد شائع ہوگا۔

داعی کے اوصاف

(قرآن وسنت کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں مرکزی ناظم مالیات محترم اعجاز لطیف کے 26 جولائی 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراهیم

قارئین! گزشتہ شمارے میں ہم نے فریضۂ دعوت اور تواصی بالحق کے ضمن میں پڑھا تھا کہ بندۂ مومن کی اصل ذمہ داری دعوت الی اللہ ہے۔ آج ان شاء اللہ ہم دعوت دینے والے کے اوصاف کا مطالعہ کریں گے۔ یعنی وہ کون سے اوصاف ہیں جو داعی میں ہونے چاہئیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ کو سامنے رکھیں تو یہ بڑا ہی حساس مشن ہے۔ اس میں ذوق وشوق لگن اور مکمل انہماک کی ضرورت ہے۔ دعوت کا کام کرنے والا کسی لمحے فارغ نہیں ہوتا۔ اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳﴾ ’’اور جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔‘‘ (المومنون:3)

داعی کبھی فارغ اور خالی الذہن نہیں رہ سکتا۔ ہر وقت ایک تڑپ، منصوبہ سازی، حرکت و بے قراری، جانثاری اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار رہتا ہے۔ اس لیے کہ یہ اس کے نزدیک سب سے اچھا اور پاکیزہ کام ہے۔ دعوت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ آپ جس چیز کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں وہ انتہائی پاکیزہ، صاف، شفاف، تمام عیوب ونقائص سے پاک اور مبراء ہو۔ اس لیے داعی کا انداز، رہن سہن، چال چلن، آداب و اخلاق، معاملات، حقوق و فرائض، خوشی وغمی، سفر وحضر میں سلوک ورویہ مثالی ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ کام رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ فرمایا:

’’(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے‘ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں‘ پوری بصیرت کے ساتھ‘ میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔‘‘ (یوسف:108)

دعوتِ دین کا تقاضا ہے کہ داعی پہلے خود بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے، اپنی زندگی کے معاملات میں رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کو اپنے لیے نمونہ بنائے کیونکہ ہر کام میں آپ ﷺ ہی ہمارے لیے اُسوہ حسنہ ہیں۔ فرمایا:

’’(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے‘‘ (الاحزاب:21)

یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے، آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ لہٰذا اُسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں داعی کے اوصاف کے حوالے سے یہاں کچھ چیدہ چیدہ باتوں کا ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

سب سے پہلے انسان اپنے تزکیہ نفس کا اہتمام کرے۔ فرض عبادات کی پابندی لازمی تقاضا ہے۔ وہ کیسا داعی ہوگا کہ جو فجر کے وقت خود غائب ہے۔ اس کی دعوت میں کیا اثر ہوگا؟ فرض کے ساتھ سنتوں اور نوافل کا بھی حتی الامکان اہتمام کیا جائے۔ اوامر کی مکمل طور پر پیروی کی جائے۔ اس لیے کہ آج کل دعوت کا کام کرنے والوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کا اپنا کردار مثالی نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نماز کی اقامت کے بغیر دعوت دین ناممکن ہے۔ اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ارکان اسلام کا بھی اہتمام کیا جائے۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد، والدین کے ساتھ حسن سلوک، اولاد اور اہل خانہ کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ، ان کی تربیت بھی بہت ضروری ہے۔ نفلی عبادات کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میرا بندہ فرض عبادت کے بعد نفلی عبادات کر کے میرے اتنے نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر یہ حال ہو جاتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں۔‘‘

نفلی عبادات میں خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ ہے۔ چونکہ دعوت دین کا کام اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہے لہٰذا رات کو اُٹھ کر جس قدر اللہ سے لو لگائیں گے اتنی ہی اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔‘‘ (البقرہ:45)

داعی چونکہ مجاہد ہوتا ہے لہٰذا اسے ہر وقت دشمنوں کے مقابلے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے اور موقع ومحل کے مطابق جہاد بالقلم، جہاد باللسان اور جہاد بالسیف میں سے مناسب انداز اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ داعی ثابت کرے کہ وہ لوگوں کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے، ان کے ساتھ صلہ رحمی، حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا، مساکین اور فقراء کی مدد، تواضع اور انکساری کے ساتھ زندگی بسر کرنا داعی کے اوصاف میں شامل ہونا چاہیے۔ اسی طرح داعی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اخلاق اور عادات میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کی پوری کوشش کرے۔ لہٰذا بردباری، حلم، دانائی، حکمت، نرمی، رحمت، سخاوت، ایثار و قربانی، وفاداری، سچائی، امانت داری اور دیانت داری کی صفات اپنائی جائیں۔ داعی کے اندر ان چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ داعی کا سب سے پہلا مخاطب اس کا اپنا نفس ہوتا ہے لہٰذا وہ پہلے اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(1) اخلاص: دعوت کے کام میں اخلاص کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یعنی ہر قسم کے نام ونمود، دکھاوے، شہرت اور ناجائز دنیوی فوائد کے حصول سے انسان بچتا رہے۔ ویسے بھی عمل صالح کی تعریف بھی یہی ہے کہ وہ کام جو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کیا جائے، جس کا اجر آخرت میں مطلوب ہو اور جو طریقہ رسول ﷺ کے مطابق ہو۔ کار دعوت میں تو یہ چیزیں اور بھی زیادہ ضروری ہیں۔ اللہ کے ہاں اخلاص کے بغیر کوئی نیکی قبول ہی نہیں ہوتی۔ ریا کاری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی وہ حدیث ذہن میں لے آئیے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں (ایک عالم، ایک سخی اور ایک شہید) کا تذکرہ ہے۔ اللہ جب ایک

عالم سے پوچھے گا کہ میں نے تجھے اتنی نعمتوں سے نوازا تھا تو کیا کر کے آیا ہے۔ وہ کہے گا کہ یا اللہ! میں نے تیرے لیے علم دین سیکھا اور ساری عمر اس کو لوگوں تک پہنچانے میں مصروف رہا۔ اللہ کہے گا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ تو یہ سب اس لیے کرتا تھا کہ لوگ تیری تعریف کریں۔ لہٰذا دنیا میں شہرت کی خواہش تیری پوری ہوگئی اب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔ لہٰذا اخلاصِ نیت بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی اکثر و بیشتر کتابوں کا آغاز نیت والی حدیث سے ہوتا ہے کہ: ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) "بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے"۔

اس حوالے سے ضروری ہے کہ اخلاص کے منافی اعمال سے بچا جائے۔ مثلاً کسی سے دعوت کے کام کا معاوضہ مانگنا، لوگوں کی خوشنودی چاہنا، دکھلاوا مقصود ہونا، حصول منفعت کے لیے یا دنیوی نقصان سے بچنے کے لیے یہ کام کرنا ایک داعی کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ خلوص نیت سے جو انسان دعوت کا کام کرے گا وہ کائنات کے افضل ترین انسانوں میں شمار ہوگا کیونکہ اخلاص نیت تمام اوصاف حمیدہ کی سردار ہے اور تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔ انبیاء کرام کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ان میں یہ وصف بہت زیادہ ہوتا تھا ان کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ ہم کوئی دنیوی اجر نہیں چاہتے ہیں۔ جیسے سورۃ ہود میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا:

"اور اے میری قوم کے لوگو! میں تم سے اس کے بدلے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے۔"

ایسے ہی ریمارکس قرآن مجید میں دیگر انبیاء کے بھی مختلف مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ سبا میں خود رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ:

"آپ کہیے کہ اگر میں نے تم سے کچھ اجرت مانگی ہو تو وہ تمہارے ہی لیے ہے۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔"

دعوت کا کام اس عظیم مقصد کے لیے انجام دیا جاتا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا کلمہ سربلند ہو جائے۔ یعنی اللہ کا دین غالب آئے اور انسان صرف اللہ کے بندے بن جائیں اور باطل سے نجات پائیں۔ تواصی بالحق کا تقاضا ہی یہی ہے اور یہ مقدس کام اخلاص نیت سے ہی ممکن ہے۔

(2) جذبۂ خیر خواہی: داعی کے اندر جذبہ خیر خواہی بھی ہونا چاہیے۔ بندۂ مومن کا دل لوگوں کو جہنم کی طرف جاتا دیکھ کر کڑھتا ہے اور خیر خواہی کا جذبہ اس کے اندر یہ امنگ پیدا کرتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے۔ خود رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اہل ایمان کو متوجہ کیا۔ فرمایا:

"(اے لوگو دیکھو!) آ چکا ہے تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول، بہت بھاری گزرتی ہے آپ پر تمہاری تکلیف تمہارے حق میں آپ (بھلائی کے) بہت حریص ہیں، اہل ایمان کے لیے شفیق بھی ہیں، رحیم بھی۔" (التوبۃ: 128)

دعوت کارِ رسالت ہے۔ داعی کو اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنا ہوں گی۔ اس کا طرز عمل اور رویہ یہ ظاہر کر رہا ہو کہ وہ یہ کام صرف اور صرف لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت کر رہا ہے۔

(3) حصول علم: خود رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے کہ دعوت کا کام کرنے والے کو علم حاصل کرنا چاہیے کیونکہ جہالت کی بنا پر دین کی دعوت دینے والا بجائے ثواب کے گناہ میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ جو کہ پوری انسانیت کے لیے معلم ہیں، ان سے قرآن میں فرمایا جا رہا ہے: ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝۱۱۴﴾ "اور آپ یہ کہتے رہا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔" (طٰہٰ: 114)

آج ہم نے جن ڈگریوں کو علم سمجھا ہوا ہے وہ علم کی ایک بڑی محدود صورت ہے۔ اللہ نے ہمیں دو آنکھیں دی ہیں۔ ایک علم وحی کی آنکھ اور ایک مادی علوم کی آنکھ۔ بدقسمتی سے آج ننانوے فیصد لوگوں نے علم وحی سے آنکھ بند کر رکھی ہے اور مادی علوم میں سے بھی جزوی سا علم حاصل کر کے سمجھ رہے ہیں کہ علم حاصل کر لیا۔ حالانکہ حقیقی علم کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا:

"اللہ بلند فرما دے گا ان لوگوں کے درجات جو تم میں سے واقعی ایمان والے ہیں اور جن کو حقیقی علم عطا ہوا ہے۔" (المجادلہ: 11)

یعنی حقیقی علم ایمان سے وابستہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ علم دین کی سوجھ بوجھ کا نام علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اسے دین کی سوجھ بوجھ اور فہم عطا کر دیتے ہیں۔" لہٰذا داعی کے لیے علم کا حصول از حد ضروری ہے تاکہ اس کو دعوت دینے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

(4) شعور کامل: دنیوی زندگی کے عارضی ہونے اور اُخروی زندگی کے کامل ہونے پر اگر داعی کو یقین ہے تو اس کی بات میں اثر ہوگا۔ اگر وہ خود دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو اس کی بات میں کہاں تاثیر پیدا ہوگی؟ شعور کامل انسان کو قرآن فہمی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ باقاعدگی سے قرآن مجید کو پڑھنے والا، سمجھنے والا، اس پر غور و فکر کرنے والا ہو۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

"(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔" (ص: 29)

(5) نرمی کا اسلوب: دعوت کا اسلوب نرم اور دانشمندانہ ہوتا ہے تاکہ مخاطب اس سے بدک نہ جائے۔ جب فرعون کے پاس موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو بھیجا تو انہیں تاکید کی گئی کہ:

"تو (دیکھو!) اس کے ساتھ نرم (انداز میں) بات کرنا، شاید کہ اس طرح وہ سوچے یا ڈرے۔" (طٰہٰ: 44)

ذرا اندازہ کیجیے! فرعون خدائی کا دعوے دار تھا یعنی اللہ کا سب سے بڑا منکر تھا لیکن اس کے سامنے بھی جب اللہ کے دین کی دعوت پیش کرنے کا مرحلہ آیا تو تاکید کی گئی کہ بڑے نرم انداز سے کرنی ہے تاکہ وہ اس پر سوچے اور غور کرے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو! لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، مشکلات پیدا نہ کرنا، اور خوشخبریاں دینا اور انہیں اسلام سے متنفر نہ کرنا۔"

رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ کہنے کو تو دو فقرے ہیں مگر حقیقت میں منہج دعوت کے حوالے سے جیسے کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہے۔ داعی کو سمجھایا گیا ہے کہ جس کو بھی دعوت دیں اس کے سامنے آسان طریقے سے دین کو پیش کریں۔ ترغیب کے پہلو کو زیادہ نمایاں کریں اور ترہیب کا پہلو قدرے نرم رکھیں۔ اسلام کی خوبیوں کو زیادہ اچھے طریقے سے اس کے سامنے واضح کریں۔ ان کے اندر دین کو اپنانے کا حوصلہ اور ہمت پیدا کریں۔ اللہ کی رحمت اور مغفرت الٰہی کی وسعتوں کا تذکرہ کریں، مومنین کے لیے جو خوشخبریاں اور بشارتیں سنائی گئی ہیں ان کو بیان کریں۔

(6) صبر واستقلال: یہ صفت بھی داعی کے لیے لازمی ہے کیونکہ اسے اکثر دین کو پھیلانے میں شدید ترین مخالفت، تنقید اور ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے سورہ لقمان کے اندر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ط﴾ "اور جو بھی تکلیف تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو!" (لقمان: 17)

نیکی کا حکم دو گے تو پھول نہیں پہنائے جائیں گے بلکہ اس کے نتیجے میں ایذا رسانی، طنز واستہزاء، مخالفت ہوگی۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑا داعی نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا ہوگا۔ اگر آپ ﷺ کو ایذا پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا گیا تو اور کسے خوش آمدید کہا جائے گا۔

(7) عفو و درگزر: دعوت کے لیے ضروری ہے کہ انسان خلوص کے ساتھ دعوت دے، پھر لوگوں کے رویے پر درگزر کرے اور ساتھ ان کے لیے تنہائی میں اللہ سے دعا بھی کرے۔ جیسے نبی اکرم ﷺ طائف گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ تکلیف دہ سلوک کیا لیکن

آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی کیونکہ آپ ﷺ کے پیش نظر ان کی خیر خواہی تھی۔

(8) عمل صالح: انسان کا عمل اور کردار دعوت کے میدان میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کا کردار ایک خاموش دعوت کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوت میں یہ بھی فرمایا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾﴾ ''میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں اس سے پہلے۔ تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے!'' (یونس:16)

یعنی کسی انسان کے سچا ہونے کی سب سے بڑی دلیل اس کا رویہ، عمل، اور رہن سہن ہے۔ اسی طرح تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنا ایک داعی کے لیے ضروری ہے۔

(9) اخلاق سے دعوت:

داعی اعظم ﷺ کے اسلوبِ دعوت کا ایک اہم نکتہ اخلاق سے دعوت بھی ہے۔ مدعو سے بے پناہ محبتوں کا سلوک، پتھروں کے جواب میں دعائیں، دلوں کو موہ لینے والی خوئے دلنوازی اور نفرتوں کے جواب میں بے تحاشا الفتوں کا وطیرہ منزل دعوت کی یہی تو وہ روشن شاہراہیں ہیں جو داعی اعظم ﷺ نے ہر داعی کے لیے متعین کی ہیں۔

قرآن کریم میں اسی چیز کا تذکرہ ان دلربا الفاظ میں کیا گیا:

''یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان کے لیے نرم ہو۔ اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔'' (آل عمران:159)

یہ آپ کے حسن خلق کا ہی اعجاز تھا کہ پتھر دل موم ہو گئے۔ جس نے دیکھا وہی گرویدہ ہوا، جو ملا وہی محبت کا اسیر ہوا۔

کچھ ان کے خلق نے کر لی کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر اس طرح دنیا شۂ ابرار نے کر لی

عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کو چلے تو زمانہ منہ میں انگلیاں چباتا رہ گیا کہ وہ تو زندگی بھر مخالفت پے تلا رہا لیکن ان کا کرم بھی تو دیکھو۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسی خلق محمدی کو دیکھ کر ایک ہزار منافق دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(10) دعوت اور شدت احساس:

اگر ماں اپنے بیٹے کو سمجھائے لیکن بیٹا اس کی نصیحت کو قبول نہ کرے بلکہ برائیوں کے جہان میں آگے ہی بڑھتا چلا جائے۔ تو ماں دل ہی دل میں کڑھتی رہتی ہے۔ وہ اسی غم میں اپنی جان کو ہلکان کر لیتی ہے کہ اس کا بیٹا اس کی نصیحت کو قبول کیوں نہیں کرتا۔ اگر داعی کو مدعو سے اس درجہ کی کامل اور شدید محبت نہ ہو تو دعوت میں کامیابی ممکن ہی نہیں ہے۔ دعوت کوئی ایک گلی سے دوسری گلی میں جانے کا نام نہیں ہے کہ بندہ جس طرح بھی جائے وہاں پہنچ جائے گا۔ دعوت تو تبھی موثر ہوگی جب مدعو کو ہلاکت سے بچانے کا جذبہ ماں کے اس جذبے سے بھی بڑھ جائے جو وہ اپنے بیٹے کے لیے رکھتی ہے کیونکہ روح کے رشتے بدن کے رشتوں سے بہت قوی ہوتے ہیں۔ مدعو کی اسی خیر خواہی کے بے پناہ جذبوں کا ذکر باری تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں یوں فرمایا:

''شاید تم ان کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کر لو گے۔ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' (الکہف:6)

(11) ذرائع نشر و اشاعت:

ہر دور میں دعوت کا کام کرنے کے لیے داعی کو پیغام حق پہنچانے کے لیے بڑے طویل اور جاں گسل سفر طے کرنے پڑتے ہیں لیکن ہر دور کی ٹیکنالوجی کو اس کے لیے استعمال کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔ جیسے اس دور میں لوگوں کو کوئی اہم بات بتانی ہوتی تھی تو پہاڑی پر چڑھ کر نعرہ لگایا جاتا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن کی جو خدمت کی اور قرآن کا جو پیغام دنیا میں پھیلایا وہ آج بھی ٹیکنالوجی کی بدولت محفوظ ہے اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے۔ اس میں ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کا کردار بہت نمایاں ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے بیان القرآن کی ریکارڈنگ کروا کر اپنے چینل کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اللہ ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ ان ذرائع کو استعمال کرنا داعی کے لیے بہت کارآمد اور مفید ہے۔

اسی طرح داعی کا سارا کا سارا توکل اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے۔ حسن خلق اور صبر کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ داعی کے لیے سب سے مضبوط سہارا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ:

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔ اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت:69)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا سچا داعی بننے اور اس کے اوصاف پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعوتِ فکرِ اسلامی مہم

تنظیمِ اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

ہمارا ذریعہ دعوت: الھدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

چاہے افغانستان کا معاملہ ہو یا کشمیر کا، ہماری حکومت امریکہ کی ساری باتیں سنیں، ان پر غور کرے لیکن اپنے قومی مفاد سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے: ایوب بیگ مرزا

وزیراعظم پاکستان کا دورہ امریکہ ان امریکی شرائط کو منوانے کے لیے تھا جو ابھی تک افغان طالبان نہیں مان رہے: اوریا مقبول جان

وزیر اعظم کا دورۂ امریکہ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: وزیراعظم پاکستان کے حالیہ دورۂ امریکہ کے بارے میں ظاہراً بڑی مثبت باتیں سامنے آرہی ہیں آپ کے خیال میں اس دورہ سے پاکستان کو کوئی ٹھوس فوائد حاصل ہوں گے؟

اوریا مقبول جان: گزشتہ تقریباً پندرہ سال کے بعد یہ بالکل مختلف قسم کا دورہ ہے اور اس کی وجہ قطعاً پاکستان نہیں ہے، نہ پاکستان کی سیاست ہے، نہ پاکستان کی قیادت ہے۔ یعنی ہمارا اس میں سیاسی، خارجی اور انتظامی سطح پر کوئی contribution نہیں۔ اصل میں گزشتہ دو سال سے افغانستان میں طالبان نے جو جنگ جیتی تھی اس کے بعد اس خطہ کا نقشہ ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ وہاں آتے وقت امریکہ اور اتحادیوں کی پلاننگ یہ تھی کہ افغانستان میں اسلامی شریعت کی بجائے لبرل اور سیکولر حکومت قائم کی جائے گی۔ اس وقت مشرف نے بھی کہا تھا کہ جب امریکہ افغانستان میں داخل ہوگا تو وہاں پر پاکستان کی مرضی کی حکومت بنائی جائے گی۔ حالانکہ بچے بچے کو پتا ہے کہ وہ شمالی اتحاد کے کندھوں پر بیٹھ کر افغانستان میں آئے اور شمالی اتحاد کے ہاتھ میں بندوقیں انڈیا یا ایران کی ہیں۔ ان کے جو بندے ٹرینڈ ہوئے ہیں وہ یا انڈیا میں ہوئے یا قم میں ہوئے ہیں۔ نقشہ یہ بنایا گیا تھا کہ ایران، افغانستان اور بھارت پر مشتمل ایک ایسا اتحاد بنایا جائے گا جو پاکستان کو خود بخود سینڈوچ بنا دے گا۔ اس کے لیے انہوں نے باقاعدہ انوسٹمنٹ کی۔ بھارت نے تقریباً 3 ارب ڈالر کی انوسٹمنٹ کی اور وہاں جا کر لوگوں کو ٹرین کیا۔ اس کٹھ پتلی افغان حکومت کو پاکستان پر صرف ایک بات کا انحصار تھا کہ چونکہ افغانستان لینڈ لاکڈ ملک ہے لہٰذا اس کو سمندر تک رسائی کے لیے کراچی کی بندرگاہ کو استعمال کرنا تھا۔ لیکن اس کا حل براستہ ایران چابہار تک رسائی دے کر نکالا گیا۔ لہٰذا چاہ بہار کی بندرگاہ کو بہتر بنایا گیا اور 2 بلین ڈالر لگا کر سڑک بنائی گئی جو ہلمند سے ہوتی ہوئی قندھار اور کابل جاتی تھی۔ اس کے ذریعے کھاد اور آٹا وہاں بھجوایا گیا تاکہ افغان کٹھ پتلی حکومت کو جو فوری ضرورت کی چیزیں ہیں وہ مہیا کی جائیں تاکہ پاکستان بیچ کے نقشے سے نکل جائے۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی زمینی حقائق یہ بنے کہ وہ پچاس ساٹھ ہزار لوگ یعنی افغان طالبان جو وہاں شریعت کا نفاذ چاہتے تھے آج بھی سرخرو ہیں۔ ان کے بارے میں ملا عمر کا آخری انٹرویو مجھے آج بھی یاد آتا ہے جو اس نے CNN کو دیا تھا۔ ان سے

مرتب: محمد رفیق چودھری

پوچھا گیا کہ آپ تو زمین کی جنگ لڑ رہے ہیں؟ ملا عمر نے جواب دیا تھا: زمین کی ہمارے لیے کوئی حیثیت نہیں۔ پھر سوال پوچھا: بش نے کہا ہے کہ میں تم پر زمین تنگ کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بش کا اعلان ہے اور ایک اللہ کا اعلان ہے کہ میری زمین بہت وسیع ہے۔ دیکھتے ہیں کس کا اعلان صحیح ثابت ہوتا ہے۔ پھر کہا گیا کہ طالبان تو بکھر گئے۔ ملا عمر نے کہا کہ طالبان چالیس ہزار لوگ تھے وہ بکھر گئے لیکن جب ہم چاہیں گے اکٹھے ہو جائیں گے۔ پھر جب اکٹھے ہوئے تو دنیا نے دیکھا کہ ان سے مذاکرات کرنے کے لیے پہلے قطر میں آفس کھولا گیا۔ اس کے پیچھے امریکہ کی چال یہ تھی کہ وہاں طیب آغا وغیرہ کو کھڑا کر کے یہاں کی طالبان قیادت کو خراب کرنے کی کوشش کی تاکہ اختلافات پیدا ہوں۔ لیکن جب یہ اختلافات نہیں پیدا ہو سکے تو ملا منصور کو ایران بارڈر سے آتے ہوئے باقاعدہ شہید کر دیا گیا۔ بہرحال طالبان کی اس فتح نے ایک تاریخ رقم کی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے ایک اور عظیم مثال قائم کی ہے کہ خود زخم کھا کر بھی اُمت کے مفاد کو عزیز رکھا ہے۔ وہ اس طرح کہ پاکستان نے ان کے خلاف ہر طرح کا امریکہ کا ساتھ دیا، امریکہ نے پاکستان کے بل بوتے پر ان کی حکومت ختم کی، ان کے بے شمار لوگوں کو شہید کیا۔ پاکستان کی فضائیں، زمینی راستے، بندرگاہیں اور ایئرپورٹ ان کے خلاف استعمال ہوئے، لیکن اس کے باوجود آج بھی وہ پاکستان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ میرے پروگرام میں ملا عبدالسلام ضعیف نے کہا تھا کہ ہم کسی دو، تین رکنی ٹیم کے ساتھ مذاکرات نہیں کریں گے، ہم نے لڑا ہے اگر کسی نے مذاکرات کرنے ہیں تو ہم سے کرے۔ اب عمران خان کے دورے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے پہلے دور میں انہوں نے 23 شرائط رکھی تھیں۔ پہلی شرط یہ تھی کہ آپ افغانستان کے آئین کے مطابق حکومت چلائیں گے۔ طالبان نے کہا کہ تم کون ہوتے ہو، ہمارا ملک ہے ہم جیسے چاہیں گے حکومت چلائیں گے۔ لیکن اب اس شرط پر معاہدہ ہو گیا ہے اور اعلامیہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ:

Both the parties will ensure that shariat will be enforced in all walks of life.

اس پر امریکہ اور طالبان دستخط کر رہے ہیں۔

2۔ نائن الیون کے بعد امریکہ جواز یہ لے کر آیا تھا کہ افغانستان کی سرزمین دہشت گردی کو ایکسپورٹ کرتی ہے لہٰذا ہم اس کا سدباب کریں گے۔ اب معاہدے کی شرط میں یہ لکھا گیا ہے کہ طالبان یہ ذمہ داری لیں گے کہ دہشت گردی ایکسپورٹ نہیں ہوگی۔ اس سارے پس منظر

میں اب صرف دو شرطیں ایسی رہ گئی ہیں جو امریکہ منوانا چاہتا ہے۔(1)۔ پاکستان طالبان کو کسی نہ کسی طریقے سے مجبور کرے کہ وہ معاہدہ کے سائن اشرف غنی کے ساتھ کرلیں کیونکہ امریکہ نہیں چاہتا کہ کوئی کہے ایک سپر پاور نے پچاس ساٹھ ہزار طالبان کے ساتھ ایک شکست کی ڈیل کی تھی۔(2)۔طالبان کو وسیع البنیاد گورنمنٹ پر راضی کیا جائے جس میں تمام فریق شامل ہوں۔ جبکہ طالبان نے کہا ہے کہ ہم تو کسی طور پر بھی کٹھ پتلیوں کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے۔ جب تم جاؤ گے تو ہم بیٹھیں گے۔ اس کی ایک وجہ ہے کہ طالبان سمجھتے ہیں کہ اشرف غنی، حامد کرزئی، جنرل فہیم وغیرہ سارے امریکہ کے ساتھ جہاز میں بیٹھ کے آئے تھے جب امریکہ یہاں سے جائے گا تو یہ سارے جہاز میں بیٹھ کر چلے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ہمارے ساتھ مذاکرات کرنے کے لیے یہاں نہیں کھڑا ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک اور شرط بھی ہے جو پاکستان کے لیے ناقابل قبول ہے اور وہ یہ کہ وہاں کی NDS انٹیلی جنس ایجنسی اور موجودہ فوج کے ساڑھے تین لاکھ کے سٹرکچر کو ایسے ہی قائم رکھا جائے۔ یہی شرط قیام پاکستان کے وقت قائداعظم کے سامنے بھی رکھی گئی تھی۔ 1947ء سے پہلے جنرل کروپیا قائداعظم کے پاس گیا اور کہا کہ ملک تقسیم کرلو لیکن فوج تقسیم نہ کرو ورنہ تم واپس تین سو سال پیچھے چلے جاؤ گے۔ لیکن قائداعظم نے کہا کہ اگر فوج تقسیم نہ ہوئی تو میں حلف نہیں اٹھاؤں گا۔ اب پاکستان امریکہ کی یہ شرط کبھی نہیں مانے گا کہ افغان فوج اور NDS کا ڈھانچہ پرانا رہے کیونکہ یہ دونوں پرو انڈیا ہیں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہاں جمہوریت چلنی چاہیے۔ ان شرائط کو منوانے کے لیے ہی وزیراعظم عمران خان کو وہاں بلایا گیا تھا۔ ٹرمپ نے مسئلہ کشمیر کے حل میں ثالثی کی جو بات کی ہے وہ چار دفعہ کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت جہاد یونیورسلائز ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی آخری دور کی خبروں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جہاد آخری دور میں یونیورسلائز ہو جائے گا۔ یعنی ایک ملک تک محدود نہیں رہے گا۔ پلوامہ میں دو سال پہلے دو آدمیوں کو انڈین فوجیوں نے پکڑا اور انہیں شہید کر دیا لیکن جب انہوں نے ان کے کارڈ چیک کیے تو پتا چلا کہ وہ دونوں کیرالہ کی ریاست کے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد یونیورسلائز ہو رہا ہے اور مودی نے جس طرح انڈیا میں حالات پیدا کر دیے ہیں اس کے نتیجے میں اگر پچیس کروڑ مسلمان جہاد کے جذبے کے تحت کھڑے ہو گئے تو پھر انڈیا دوسرا شام بن سکتا ہے۔ یہ وہ خوف ہے جس کے تحت ڈیپ سٹیٹ لیول پہ طے ہوا کہ پاکستان کی ریاست سے زیادہ اہم ترین ریاست اس خطے میں کوئی اور ہے نہیں۔ پاکستان کا بارڈر اگر محفوظ نہ ہوا تو یہاں سے کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جس کو جہاد کرنے سے کوئی روک سکے گا۔

سوال: سفارتی لحاظ سے امریکہ کی عظیم ترین شخصیت ہنری کسنجر کا قول ہے کہ امریکہ کی دوستی اُس کی دشمنی سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ آپ کی اس حوالے سے کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یوں کہہ لیجیے کہ گھر کے بھیدی نے لنکا ڈھائی ہے۔ اگر دوسری جنگ عظیم کے بعد تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صد فیصد درست ثابت ہوتی ہے کہ امریکہ کا رویہ اسی طرح کا ہے۔ اب بھی امریکہ افغانستان میں جس صورتحال سے دوچار ہوا ہے، بالخصوص پاکستان کی جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے وہ عمران خان کو دورہ کی دعوت دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی ٹرمپ ہے جس نے پاکستان اور عمران کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہا تھا جو کسی ملک کے سربراہ کو زیب ہی نہیں

> اگر چین نے 68 ممالک کے ساتھ یہ معاہدہ کرلیا کہ تم ڈالر کی بجائے یوآن میں تجارت شروع کرو تو امریکی ڈالر کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

دیتا لیکن اسے تھوکا چاٹنا پڑا۔ بہر حال امریکہ نے ہمیشہ اپنے دوست کو ڈسا ہے۔ پاکستان سے تعلقات کے حوالے سے دیکھ لیجیے لیکن دوسری طرف ہم کچھ غلط توقعات لگا لیتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں ملکی وقومی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے اور امریکہ اپنے قومی وملکی مفاد کے ساتھ ساتھ اسرائیل کے مفاد کے لیے آسمان سے زمین کے نیچے تک جاسکتا ہے اور زمین کے نیچے سے آسمان تک پہنچ سکتا ہے یعنی سب کچھ کرسکتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں زیادہ خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اور نہ ہی بلاوجہ امریکہ کو ناراض کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال وہ ایک سپریم پاور ہے۔ اس وقت چین اور پاکستان باہمی مفادات کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب ترین ہیں۔ چین جیسا ملک جسے امریکہ اپنا اصل دشمن سمجھتا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ پاکستان انڈیا یا امریکہ سے اپنے تعلقات نہ بگاڑے کیونکہ ہم جتنے زیادہ اپنے ہمسایہ ملکوں یا بڑی قوتوں سے تعلقات بگاڑیں گے اس کے اثرات چین پر لازماً پڑیں گے۔ البتہ امریکہ کی ساری باتیں سنیں، ان پر غور کریں، اپنے مفاد کو مدنظر رکھیں اور اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹیں۔ چاہے وہ افغانستان کا معاملہ ہو یا کشمیر کا معاملہ ہو ہمیں اپنے مفاد سے عملی طور پر ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

اوریا مقبول جان: کچھ عرصہ پہلے میں نے اپنے پروگرام میں کہا تھا کہ ٹرمپ کے ساتھ ملاقات میں کشمیر کا مسئلہ اٹھے گا اور وہ اسے حل کرایا جائے گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ containment of China کے حوالے سے جب پینٹا گون کی پہلی پالیسی آئی تھی تو اس میں انڈیا، جاپان، فلپائن وغیرہ سمیت اٹھارہ ممالک کو شامل کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ ہمارے دوست ہیں، ان کو ہم چین کے خلاف کھڑا کریں گے۔ انڈیا کو پہلی دفعہ امریکہ نے کہا تھا کہ افغانستان میں سپاہی بھیجو لیکن انڈیا نے انکار کر دیا۔ دوسری دفعہ انڈیا نے containment of China پالیسی کے معاملے میں کہہ دیا کہ چین کے معاملے میں ہم کم از کم عسکری سٹینڈ نہیں لے سکتے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ پاکستان کے ساتھ جنگ کریں۔ لیکن پاکستان کے ساتھ جنگ کے حوالے سے اہم ترین بات یہ تھی کہ یہ نیوکلیئر وار ہو سکتی ہے اور اگر ایک بم بھی کسی جگہ گرا تو دو ڈھائی مہینے کے اندر اس کے اثرات کیلیفورنیا میں پہنچیں گے اور عالمی سطح پر تابکاری صورت حال بگڑ جائے گی۔ اس کے بعد پاکستان کو یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ ہم آپ کا مشرقی بارڈر نارملائز کریں گے اور اس کے لیے انڈیا کو کہا گیا کہ تم ٹھیک ہو جاؤ۔ اس کے بعد مودی روس گیا تو وہاں اسے ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور اسے کان پکڑ کر کہا گیا کہ پاکستان کو خط لکھو۔ لہٰذا اس نے عمران خان کو خط لکھا، پھر اس کی وزیر خارجہ نے پاکستان کے وزیر خارجہ کو خط لکھا اور ساتھ کہا کہ میں کرتار پور میں آ رہا ہوں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اب ان کو پتا چل گیا ہے کہ ہم چین کا گھیراؤ نہیں کر سکتے۔ چین سے اب وہ تعلقات بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چین نے پہلا مطالبہ یہ رکھا کہ تم BLA پہ پابندی لگاؤ۔ لہٰذا اس کے کہنے پر یہ پابندی لگی۔ گویا یہ بھی ہمارا کام نہیں بلکہ چین کا کام ہے۔ اصل میں امریکہ کا بزنس مین کہتا ہے کہ ہماری ستر فیصد تجارت چین میں ہے۔ موبائل فون کی فیکٹریاں چین میں ہیں۔ اب اگر چین سے تعلقات خراب ہو گئے تو فیکٹریاں کدھر لے کے جاؤ گے۔ لہٰذا اپنے تجارتی نقصان سے بچنے کے لیے بیچ میں چین کو لایا گیا۔ اسی طرح سعودی عرب اور قطر ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن دونوں کو کہا گیا کہ پاکستان جاؤ۔ بہر حال یہ اللہ کی تدبیریں ہیں جو پاکستان کے لیے بن

رہی ہیں۔ایک بات بتا تا چلوں کہ سی پیک کا ٹرننگ پوائنٹ جنوری 2020ء ہے۔اس سے پہلے یہ سارے مسئلے حل ہونے ہیں۔2020ء میں ہم چین کے سیٹلائٹ سسٹم میں داخل ہو جائیں گے۔68 ممالک سی پیک کے ساتھ منسلک ہیں۔چین نے سو ممالک کی کانفرنس کی تھی۔اگر اس نے 68 ممالک کے ساتھ یہ معاہدہ کرلیا کہ تم ڈالر کی بجائے یوآن میں تجارت شروع کرو تو امریکہ کا ڈالر ختم ہو جائے گا۔کیونکہ ڈالر تو پیٹرو ڈالر کی وجہ سے بنتا ہے۔اس کی وجہ سے اب پاکستان کی ایک اور اہمیت بن گئی ہے جس پر انہوں نے انڈیا کو آنکھیں دکھائی ہیں۔کیونکہ اگر پاکستان کے ساتھ اس کے تعلقات ٹھیک نہ ہوئے تو وہ اپنا مال افغانستان، تاجکستان، کرغزستان، ازبکستان میں نہیں بیچ سکتا۔ایران کی بندرگاہ سے تو نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ وہ اس کو بہت مہنگا پڑے گا۔لہٰذا اس وقت اگر پاکستان کی لیڈر شپ ٹھیک ہوگئی تو پاکستان غیرت کے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن اگر نہ ہوئی تو پھر ہم نے سو جوتے بھی کھانے ہیں اور سو پیاز بھی۔

سوال: بھارت وزیر اعظم پاکستان کے دورۂ امریکہ کو کس نظر سے دیکھے گا اور اِس دورہ کے کشمیر کے مسئلہ پر کیا اثرات پڑنے کی توقعات ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: حالیہ دورے میں ٹرمپ نے مسئلہ کشمیر حل کرنے کو کہا ہے اور ثالثی کی پیش کش بھی کی ہے۔لیکن میں نہیں سمجھتا کہ انڈیا کشمیر کے مسئلے پر اس حد تک پریشرائز ہو جائے گا کہ وہ پاکستان کے مطالبے کو تسلیم کر لے گا۔ٹرمپ نے جو کہا ہے میرے خیال میں اس نے کچھ اشاروں میں بات کی ہو اور ٹرمپ صاحب ویسے ہی منہ پھٹ ہیں لہٰذا انہوں نے صاف صاف کہہ دیا ہوگا۔

اوریا مقبول جان: اگر ٹرمپ سچ نہ بول رہا ہوتا تو مودی کی طرف سے تردید آتی۔آپ کی بات درست ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے جو مجھے نظر آتا ہے لیکن جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کے فرامین (دورفتن کی احادیث) سے باہر نکل کر سوچیں گے تو پھر آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔فتن کی احادیث میں جہاد ہند کی جو احادیثیں ہیں ان میں ایک اکیلے ہند کا ذکر نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ تم ہند کے بادشاہوں کو جکڑ لو گے۔یعنی انڈیا اس وقت مختلف ملکوں میں تقسیم ہو چکا ہوگا۔

ایوب بیگ مرزا: میری رائے میں انڈیا کسی صورت کشمیر سے دستبردار نہیں ہوگا لیکن اگر وہ دستبردار ہو گیا تو پھر سال نہیں بلکہ مہینوں میں انڈیا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔اس لیے بھارت یہ کہتا ہے کہ آخری گولی، آخری کشمیری۔یعنی وہ تلے ہوئے ہیں کہ اگر تمام کشمیریوں کو بھی مارنا پڑ جائے تو تب بھی ہم کشمیر نہیں چھوڑیں گے۔لہٰذا آگے کیا ہوتا ہے یہ خدا ہی جانتا ہے۔البتہ انڈیا کا ایک پرانا موقف ہے کہ ایل او سی کو ہی بارڈر بنا دیا جائے لیکن وہ یہ بات علی الاعلان نہیں کہتا کہ وہ اس بات پر راضی ہے۔میں نہیں سمجھتا کہ انڈیا اس سے آگے بڑھے گا۔

سوال: اگر وہ کہیں کہ کشمیر میں گلگت بلتستان بھی شامل ہیں تو ہمارے لیے اس کو قبول کرنا ممکن ہے؟

اوریا مقبول جان: آپ کا تو سٹینڈ ہی یہ ہے کہ کشمیر ہمارا ہے۔لیکن مسئلہ یہ ہے کشمیر کے معاملے میں فریق بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔کچھ حصہ چین کو دیا ہوا ہے۔لداخ کا علاقہ بدھوں کا ہے، جموں ہندوؤں کا ہے۔آخری ٹائم یہ طے ہوا تھا کہ وادی اور آزاد کشمیر ایک ہو جائیں گے۔جموں انڈیا کو دے دیا جائے گا۔یہ چناب فارمولہ تھا۔انڈیا کا سرمایہ دار یہ سمجھتا ہے کہ کشمیر انڈیا پر ایک اضافی بوجھ ہے۔اروندتی رائے کا یہ فقرہ کوئی چھوٹا فقرہ نہیں ہے کہ جتنی کشمیریوں کو بھارت سے آزادی چاہیے اس سے زیادہ بھارت کو کشمیریوں سے آزادی چاہیے۔ایک طرف بھارتی سیاستدانوں کے سیاسی نعرے ہیں جبکہ دوسری طرف زمینی حقائق یہ ہیں کہ ایک ارب دس کروڑ لوگوں کو دس لاکھ فوج کنٹرول نہیں کرسکتی اور جب آپ نے اس طرح کی دشمنیاں پالی ہوئی ہیں تو پھر آپ کا امن ہر وقت خطرے میں ہے۔انڈیا کا وزیر داخلہ کہتا ہے کہ اگر یہ معاملہ چلتا رہا تو ہم ایک دن شام بن جائیں گے۔اس میں کوئی دیر بھی نہیں لگتی کیونکہ آج اگر آپ گائے کے گوشت پر مار کھا رہے ہیں تو کل آپ مارو گے بھی۔لہٰذا ستر سالوں میں پہلی دفعہ عالمی سطح پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ کوئی عالمی طاقت ثالثی کرائے ورنہ پہلے اقوام متحدہ کا خالی خولی ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا۔

سوال: وزیر اعظم پاکستان کے دورۂ امریکہ سے چند روز قبل ہی قادیانی لابی اور سیکولر لابی حرکت میں آ کر پاکستان کو نقصان پہنچانے کے درپے رہیں آپ کے خیال میں وہ اپنی طرف توجہ دلانے میں کامیاب رہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایسی چیزیں پریشرائز کرنے کے لیے بھی ہوتی ہیں یعنی عمران خان کے دورے سے پہلے ہو سکتا ہے کہ خود امریکی انتظامیہ نے یہ کام کیا ہو تا کہ پاکستانی وزیر اعظم پریشرائز ہوگا۔لیکن عمران خان وہاں پریشرائز ہوتے مجھے نظر نہیں آئے۔بلکہ وہ پورے دورے میں بہت پُراعتماد تھے۔ہمارے پہلے والے وزرائے اعظم کی طرح نہیں تھا کہ جو اکثر وہاں جا کر دبے اور سہمے ہوئے نظر آتے تھے۔اس دورے نے اس ماحول کو بالکل بدلا ہے۔ابھی تک جو باتیں وہاں سے آئی ہیں ان کے مطابق کسی سینیٹر، امریکی صدر یا کسی نے بھی وزیر اعظم سے قادیانیوں کے حوالے سے بات نہیں کی۔بظاہر تو یہ معاملہ اس دورے پر اثر انداز نہیں ہوا۔دیکھئے! جب امریکہ کو اپنے مفادات عزیز ہوں گے تو قادیانی جہنم میں جائیں اور جب اسے اپنے مفادات عزیز ہوں گے تو وہ قادیانیوں کو آسمان پر اٹھائے گا۔میں سمجھتا ہوں کہ قادیانی وہاں مکمل طور پر ناکام ہوئے۔

سوال: ٹرمپ نے انتہائی بے رحمی اور سنگدلی سے کہا ہے کہ میں افغانستان کا مسئلہ ایک ہفتہ میں حل کرسکتا ہوں لیکن مجھے ایک کروڑ انسانوں کو مارنا پڑے گا۔کیا اس سے افغانستان کا مسئلہ امریکہ کی مرضی کے مطابق حل ہو جائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: ٹرمپ کی یہ ساری صرف باتیں ہیں۔اس طرح کی اور بھی بہت ساری باتیں اس نے اپنی انتخابی مہم کے دوران کہی تھیں لیکن عملی طور پر وہ کچھ نہیں کر سکا۔اس کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ میں کس عہدے پر بیٹھا ہوں۔ایسا شخص کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔اس کی باتیں پینٹاگون یا امریکہ کی پالیسی نہیں ہوتیں۔

سوال: عمران خان نے امریکہ میں پاکستانیوں کے جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے پاکستان میں اپنے سیاسی مخالفین کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ایسا کرنا کس حد تک درست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں ذاتی طور پر اس کی مذمت کروں گا کیونکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔انہوں نے یہ تاثر دیا ہے کہ ہم نے یہاں پاکستانیوں کا ایک جلسہ کیا ہے جیسے جلسہ ہم پاکستان میں کر رہے ہیں۔لیکن اس کے باوجود ایسی بہت ساری مثالیں ہیں کہ اپنے ملک کے سیاسی مخالفین کے خلاف دوسرے ملک میں جا کر کوئی نہیں بولتا۔

اوریا مقبول جان: اس نے یہ جلسہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک مقبول لیڈر ہے یہی اس کا مقصد تھا۔امریکہ میں اس طرح کے شو لوگ پسند کرتے ہیں۔اس نے یہ جملہ چار دفعہ بولا ہے کہ یہ کام نہیں کرتے تھے اس لیے کرپٹ ہیں۔یعنی دنیا کو باور کرا دیا ہے کہ یہ لوگ کرپٹ ہیں۔

☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

سوئے میخانہ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکہ کا تین روزہ دورہ کر کے وزیراعظم لوٹ آئے۔ ایئرپورٹ پر استقبال کو آئے پی ٹی آئی عوام کے بیچ ’’خدایاد آیا‘‘ کی کیفیت میں ’’ایاک نعبد وایاک نستعین‘‘ دہراتے رہے۔ تجدید ایمان ضروری بھی تھی۔ ریاست مدینہ کا نام لیوا جدید رومن ایمپائر سے پینگیں بڑھا کر لوٹا تھا! کہنے لگے: ’’اسی قوم سے پیسہ اکٹھا کریں گے۔ ہسپتال بنائیں گے، صاف پانی دلائیں گے۔‘‘ اس پر خالی جیبوں والی قوم ضرور پریشان ہوئی ہوگی کہ امریکہ کا پھیرا لگا کر بھی واپس وہیں کہ ہمی سے پیسہ اکٹھا کریں گے؟ اللہ خیر کرے۔ وہاں سے کیا لائے؟ ٹرمپ نے آئزن ہاور کی تصویر والا بلّا (بیٹ) دیا۔ کانگریس مینوں نے تھپکی والی خیرسگالی قرارداد دی۔ بہت سے فوٹو سیشن ہوئے۔ کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں! سب سے بڑا ایونٹ، کنٹینر تقاریر کی یاد تازہ کر دینے والا پاکستانی اکٹھ تھا، جہاں ویسی ہی جارحانہ تقریر ایک عرصے بعد ہوئی۔ امریکہ کی سرزمین پر خوب اپوزیشن کے لتے لئے۔ گندے کپڑے چوراہے پر دھوئے۔ البتہ امریکی کانگریس ارکان کے بیچ خان صاحب سچی بات مستی میں کہہ گزرے: ’’ہم امریکہ کے ساتھ باہمی اعتماد اور احترام کی بنیاد پر تعلقات چاہتے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں 70 ہزار پاکستانیوں نے جان دی۔ اربوں ڈالر کا نقصان ہم نے سہا۔ امریکہ کے لیے لڑی جانے والی جنگ کی بنا پر پاکستان کی سالمیت داؤ پر لگ گئی۔ پاکستان نے امریکہ کی جنگ لڑی۔ پاکستان کا نائن الیون سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ افغانستان میں مداخلت کی بناء پر ہم نے اپنے ملک کو بہت نقصان پہنچایا۔‘‘

سویلین حکمرانوں کو امریکہ اسی لیے تو کنارے پر رکھتا ہے۔ اصل ملاقاتیں تو پینٹا گون میں ہوئیں۔ آرمی چیف کو زبردست گارڈ آف آنر، 21 گن کی سلامی دی گئی۔ امریکی قبرستان میں ہمارا قومی ترانہ بجایا گیا۔ یہ بہرحال کوئی اچھا شگون نہیں کہ امریکی فوجی قبرستان میں ’’پاک سرزمین شاد باد، کشور حسین شاد باد‘‘ الاپا جائے۔ جس میں ویت نام، عراق، افغانستان کے امریکی فوجی یا ان کی راکھ دفن ہے۔ وزیراعظم کو پروٹوکال کے اعتبار سے کمتر دورے کی بنا پر ہمارے اپنے ہی سفیر اور شاہ محمود قریشی نے ایئرپورٹ پر ان کا استقبال کیا۔ میٹرو میں بٹھا کر لے جائے گئے۔ ٹرمپ نے اشک شوئی کو کشمیر پر ثالثی کی بات کر لی جس پر بھارت میں طوفان کھڑا ہو گیا۔ بارڈر پر اپنا غصہ نکال کر 2 پاکستانی شہید کر ڈالے۔ ہم نے تو جانے سے پہلے حافظ سعید گرفتاری کا تحفہ دیا تھا۔ مگر (امریکہ کی) ’’بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا‘‘ والا المیہ ہوا۔ بعد ازاں بھارت کو مطمئن رکھنے کو بات بدل دی۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے کہا: ’’کشمیر دوطرفہ معاملہ ہے، اگر دونوں ملک ہماری مدد چاہیں گے تو ہم کر دیں گے!‘‘

طالبان کو بہلا پھسلا کر امریکہ کے بیچ پر لا بٹھانا ہمارے سپرد ہوا ہے۔ دورے کی حقیقی کامیابی اسی پر معلق ہے۔ ستمبر 2019ء تک امریکہ کے ساتھ طالبان بارے پیش رفت پر شاید کولیشن سپورٹ فنڈ کے رکے ہوئے پیسے (9 ارب ڈالر) بھی مل جائیں۔ شاید فوجی امداد بھی بحال ہو جائے۔ اگرچہ یہ رکے پیسے ہم پر احسان نہیں۔ یہ تو افغانستان سے ملحقہ قبائلی علاقہ جات امریکہ کی خاطر خالی کروانے پر اخراجات اٹھے تھے جن کی ادائیگی باقی ہے! ٹرمپ کی بے صبر بے قراری انتخابات کے لیے ہے۔ اگلی ٹرم کی صدارت کا اہم نکتہ افغانستان سے باعزت انخلاء ہے جس کے لیے پاکستان کی مدد کی اشد ضرورت ہے۔ وہ اپنی ضروریات بھی اپنی شرائط پر پوری کراتے ہیں۔

پاکستان پر قادیانیوں کے حوالے سے مسلسل دباؤ ہے، آسیہ کی طرح۔ قادیانیت کا اشاعتی کام کر کے سزا پانے والے (آئین کی خلاف ورزی پر) نامعلوم سے قادیانی کو ٹرمپ نے شرفِ ملاقات بخش کر ہمیں گھر کا۔ باوجودیکہ پاکستان میں قادیانیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر لا بٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح عمران خان کی امریکہ یاترا سے قبل امریکی نائب صدر نے توہین مذہب کے الزام میں گرفتار پروفیسر جنید حفیظ کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا یہ فرماتے ہوئے کہ ’’امریکی عوام ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔‘‘ امریکی عوام سارے اسلام دشمنوں کے ساتھ کیوں کھڑے ہیں بھلا؟ ہماری فدویت کا حال تو یہ ہے کہ ایسے تمام لوگ عبدالشکور، موچی، بھینسے (شاتم رسولؐ بلاگرز) جیسے دین دشمن پچھلے دروازے سے امریکہ، یورپ برآمد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے واویلے ختم نہیں ہوتے۔ سارے انسانی حقوق، قادیانیوں، اسلام دشمنوں کے نام ہو چکے! اسلام پسندوں پر، اہل دین پر زمین تنگ کی جا رہی ہے دن بدن۔ لا الٰہ کے نام پر حاصل کردہ خطہ زمین پر گرجا، مندر بنائے جانے والا المیہ ہے یہ! پہاڑہ ریاست مدینہ کا پڑھتے ہوئے۔

قمر تسبیح پڑھتے جا رہے ہیں سوئے میخانہ
کوئی دیکھے تو یہ سمجھے بڑے اللہ والے ہیں!

کمال تو یہ ہے کہ تحریک انصاف امریکہ میں وزیراعظم کے دورے پر اتنی مسرور ہے کہ پشاور سمیت صوبے بھر میں، بلکہ ملک بھر میں یوم تشکر منا رہی ہے، شکرانے کے نوافل ادا کر رہی ہے۔ اگرچہ امریکی خوشی منانے کا مقام تو امریکی سفارتخانہ یا امریکی قونصلیٹ تھی۔ پیش بتاں شکرانہ پیش کیا جاتا۔ ﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الانبیاء: 67) ’’تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے اور پکارتے ہو!‘‘ امریکہ کی تھپکی سے، آئی ایم ایف سے سودی قرضے لے کر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور اسے بڑی کامیابی گردانا جاتا ہے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

تضاد تو یہ ہے کہ ساتھ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ کسی بھی ملک سے امداد مانگنے سے نفرت ہے۔ (آخر IMF ملک تو نہیں ہے نا!) اس دورے سے لوگ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی وطن واپسی کی امید لگائے بیٹھے تھے! ٹرمپ سے تو تذکرہ تک نہ ہوا۔ فوکس نیوز سے انٹرویو میں وزیراعظم نے یہ امکان ظاہر کیا کہ شکیل آفریدی کو عافیہ کے بدلے رہا کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ یہ تو نہایت غیر منصفانہ تبادلہ ہوتا۔ ڈاکٹر عافیہ قوم کی بے گناہ معزز بیٹی جو بچوں سمیت کراچی سے اغواء کر کے کابل پہنچائی گئی۔ جھوٹے ڈرامے پر بچوں سمیت اٹھائی گئی کمزور سی لڑکی پر (ایک بچہ مار دیا) امریکی فوجی پر فائرنگ کا جھوٹا ڈراما گھڑ کر عمر بھر کی سزا انصاف

کے نام نہاد عالمی علم برداروں نے دی۔ جب کہ شکیل آفریدی قومی مجرم ہے۔ سرکاری ملازم جس نے جعلی پولیو مہم، امریکہ کے لیے جاسوسی کرنے کو چلائی۔ اسے سزا تک اس کے جرم کے مطابق نہ سنائی گئی۔ تاہم یہ گفتگو بھی فوکس نیوز روم کی ہوا میں اڑ گئی اور بس۔ نہ وائٹ ہاؤس، نہ پینٹاگون۔ کہیں بھی قوم کی بیٹی کی بازیابی پر لب کشائی کا حوصلہ نہ کیا گیا! باوجود کہ اس وقت امریکہ کو ہماری ضرورت ہے۔ لیکن یہ کبھی بھی تو قومی ترجیح نہ رہی! پیکر حب الوطنی وزیراعظم کے لیے بھی ترجیح نہ بنی۔

ٹرمپ نے انتخابی خمار میں افغانستان بارے کہہ دیا کہ یہ جنگ ایک ہفتے میں جیت سکتا ہوں، لیکن اس میں ایک کروڑ جانیں (افغان) جائیں گی، اور میں یہ نہیں چاہتا۔ ہیروشیما ناگاساکی، دیوانے صدر کو یاد آ رہا ہے۔ 18 سالوں میں 49 ممالک کی سربراہی میں تم نے کیا کچھ نہ کیا۔ ان پر دنیا کا ہر ہتھیار، میزائیل، بم آزمائے۔ اب فتح یاب طالبان سے باعزت واپسی کی بھیک مانگی جا رہی ہے! طالبان تو یوں بھی ہر حال کامیاب ہیں۔ فتح یا شہادت! اسی لیے ناقابل شکست بھی ہیں۔ ٹرمپ کے اس بیان پر امریکہ دوستی کی حقیقت بھی کھل گئی۔ اشرف غنی سے پوچھ دیکھیے، یہ جو ہمیں کامیاب دورے کا خمار چڑھا ہے!

اصلاً تو دنیا ساری ہی استحصالی جتھوں کی زد میں ہے۔ فرانس میں نومبر 2018ء میں مہنگائی اور معاشی پالیسیوں کے خلاف شروع اور منظم ہونے والی پیلی جیکٹ تحریک پر لگاتار 36 ہفتے ہو چکے ہیں۔ ہر ہفتے کے دن مظاہرے ہوتے ہیں۔ پیرس و دیگر شہروں سے نکل کر یہ دیگر یورپی ممالک میں بھی جا پہنچی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اٹھنے والی یہ تحریک اگر کچل نہ دی گئی تو عرب بہار کی مانند یورپ بہار ہو کر پھیلنے کو ہے۔ دیکھیے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا! امریکہ میں اسی طرح وال سٹریٹ تحریک اٹھی تھی۔ 99 فیصد عوام کے ایک فیصد کے ہاتھوں استحصال کے خلاف! ہمارے ہاں عوام کو غلط العام میں مونث لکھا جاتا ہے۔ شاید اس لیے کہ پاکستانی عوام، مرنجاں مرنج، چڑ کے کھانے میں طاق ہو چکے ہیں۔ سر جھکائے ظلم، جبر، مہنگائی، ٹیکسوں کے تھپیڑے کھاتے ہیں۔ مشرقی بی بی کی طرح اف نہیں کہتے۔ تاہم تنگ آمد بجنگ آمد تو ہوا ہی کرتا ہے۔ لارا لپا کب تک سہیں گے۔ کسی دن پیلی جیکٹ نہ پہن لیں۔

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(25 تا 31 جولائی 2019ء)

جمعرات (25 جولائی) کو صبح 9 بجے سے نمازِ ظہر تک ''دارالاسلام'' (مرکز تنظیم اسلامی) میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ جمعہ (26 جولائی) کو قرآن اکیڈمی میں ضروری دفتری امور نمٹائے اور مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب ایوب بیگ مرزا سے مشاورت کے بعد پریس ریلیز کا اجراء کیا۔ ہفتہ (27 جولائی) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کے دفتری امور نمٹائے۔

اتوار (28 جولائی) کو طے شدہ پروگرام کے مطابق علی الصبح اسلام آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ دوپہر 12:30 بجے فیض آباد میں واقع تنظیم اسلامی (شمالی پاکستان) کے زونل آفس میں بعض نئے مقامی امراء انفرادی طور پر ملاقات کے لیے آئے۔ ان سے تفصیلی تعارف حاصل کیا گیا اور تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی۔ بعد نمازِ عصر قرآن اکیڈمی، گلزارِ قائد میں رجوع الی القرآن کورس مکمل کرنے والے شرکاء میں تقسیم اسناد کی تقریب منعقد ہوئی۔ امیر محترم نے اس پروگرام کی صدارت کی اور موقع کی مناسبت سے مختصر خطاب بھی کیا۔ رات 9:30 بجے بھارہ کہو میں نائب ناظم اعلیٰ (شمالی پاکستان) کے معتمد جناب محمد آفتاب عباسی کے بیٹے کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ سوموار کی صبح قریباً 3 بجے لاہور واپس پہنچے۔

سوموار (29 جولائی) کو صبح کچھ وقت قرآن اکیڈمی میں دفتری امور نمٹائے۔ بعد نماز ظہر ''دارالاسلام'' (مرکز تنظیم اسلامی) میں چشتیاں کے جناب حافظ غلام مصطفیٰ سے ملاقات کی اور ان کے ہمراہ کھانا تناول فرمایا۔ منگل (30 جولائی) اور بدھ (31 جولائی) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ (مرتب: محمد خلیق)

پریس ریلیز 2 اگست 2019ء

بھارت کی انتہا پسند جماعت ہندو سینا کی قرآن کے خلاف ہرزہ سرائی انتہائی قابل مذمت ہے

قرآن پاک پوری انسانیت کو دنیا اور آخرت میں امن اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہے

حافظ عاکف سعید

بھارت کی انتہا پسند جماعت ہندو سینا کی قرآن کے خلاف ہرزہ سرائی انتہائی قابل مذمت ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پر پابندی لگانے کی بات کرنا نہ صرف مسلمانوں کے خلاف بلکہ انسانیت کے خلاف مکروہ سازش کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ قرآن پاک پوری انسانیت کو دنیا اور آخرت میں امن اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہے۔ ہندوؤں کا یہ طرز عمل نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اُن کے تعصب کی عکاسی کرتا ہے بلکہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہندوتوا کی خاطر جھوٹ اور مکاری کی تمام حدود پھلانگ سکتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا کہ بھارتی وزراء کی جانب سے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35-A کو ختم کرنے اور مقبوضہ کشمیر میں ہندوؤں کی جبری آبادکاری کا ذکر کرنا درحقیقت کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی کا منصوبہ ہے۔ یہی انتہا پسند ہندو آسام میں بھی مسلمانوں کو زندہ جلا رہے ہیں جو کہ انسانیت کے خلاف سنگین ترین جرم کا ارتکاب ہے۔ حیران کن طور پر عالمی حقوق کی تنظیمیں جو مسلمانوں کے خلاف تو بڑی فعال نظر آتی ہیں لیکن اِس بھارتی ظلم و ستم پر پُر اِسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ پوری مسلم امہ کو اس معاملے کا نوٹس لینا چاہیے اور اس معاملے میں او آئی سی کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ بھارت کے مسلمانوں کے پاس اس کے سوا اب کوئی راستہ نہیں رہا کہ وہ خود اپنے حقوق کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سربراہ کالعدم تحریک نفاذ شریعت محمدی مولانا صوفی محمد انتقال کر گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

فرید اللہ مروت

تحریک نفاذ شریعت محمدی کے سربراہ مولانا صوفی محمد 1933ء میں لوئر دیر کے علاقے میدان میں پیدا ہوئے اور دینی تعلیم صوابی میں قائم پنج پیر کے مدرسے سے حاصل کی، جس کے بعد وہ درس وتدریس کے شعبے سے منسلک رہے۔ مولانا ابتدا میں ریاست دیر کے ایک قصبے کمبڑ میدان میں ایک چھوٹے سے مدرسے کے مہتمم تھے۔

80ء کی دہائی میں مولانا صوفی محمد جماعت اسلامی کے مقامی سرگرم رکن بن گئے۔ ستر اور اسی کی دہائی میں جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لے کر کونسلر منتخب ہوئے۔ یوں وہ بیک وقت درس وتدریس اور سیاسی شعبے سے منسلک ذمہ داریوں کو ایک عرصے تک نبھاتے رہے۔ یہاں تک کہ 90ء کے اوائل میں انہوں نے اپنے گاؤں کمبڑ سے ریاست دیر میں شریعت محمدیؐ کے نفاذ کی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کو ریاست دیر میں عوامی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ریاست دیر میں قیام پاکستان سے قبل شرعی عدالتیں قائم تھیں اور وہاں کے عوام اُس نظام کی برکات سے آشنا تھے۔ لیکن جب دیر کا علاقہ پاکستان کی عملداری میں آیا تو شرعی نظام کو ختم کر کے ریاست پاکستان میں انگریز کے وضع کردہ غیر اسلامی نظام کا تسلسل دیر میں بھی رائج کر دیا گیا۔ اس تناظر میں صوفی محمد صاحب کی نفاذِ شریعت کی تحریک نے جب زور پکڑا تو شریعت کے نفاذ کے لیے انہوں نے آخری معرکے کے طور پر ملاکنڈ ڈویژن کی تمام شاہراہوں سمیت پورے ملاکنڈ ڈویژن کو بلاک کر دیا اور یہ صورت حال سات دن تک برقرار رہی۔ یہاں تک کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ آفتاب احمد شیرپاؤ نے ملاکنڈ ڈویژن میں شرعی ریگولیشن کا اعلان کر دیا۔ بعدازاں صوفی محمد کی تحریک نے ایک مرتبہ پھر اس وقت سر اٹھایا جب نائن الیون کے بعد امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر حملہ کر کے طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنے کا ناپاک قدم اٹھایا۔ اس وقت طالبان سے ہمدردی کے طور پر ان کی اسلامی حکومت کو بچانے کے لیے مولانا صوفی محمد نے اپنے ساتھیوں سمیت افغانستان جانے اور امریکہ کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت لیفٹیننٹ جنرل سید افتخار حسین شاہ صوبے کے گورنر اور چیف ایگزیکٹو جبکہ جماعت اسلامی کے ڈاکٹر محمد یعقوب خان ضلع ناظم دیر پائین تھے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی حد تک مولانا صوفی محمد کو سمجھانے اور ان کے لشکر کو افغانستان جانے سے روکنے کی سرتوڑ کوشش کی یہاں تک کہ خود طالبان افغانستان نے بھی معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے انہیں ایسا قدم اٹھانے سے منع کیا لیکن مولانا صوفی محمد اپنے ہزاروں پیروکاروں کے ہمراہ امریکہ سے لڑنے کے ارادے سے افغانستان جانے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن جلد ہی طالبان کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد مولانا صوفی محمد اپنے بچے کھچے لشکر کے ہمراہ پاڑہ چنار کے راستے واپس پاکستان آ گئے۔ جہاں سے انہیں گرفتار کیا گیا اور تب سے 2008ء تک ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں قید رہے۔ سات سال تک جیل میں گزارنے کے بعد انہیں حکومت نے ان کے داماد مولانا فضل اللہ سے مذاکرات کی غرض سے رہا کیا۔ اسی اثناء میں اے این پی کی صوبائی حکومت نے ملاکنڈ ڈویژن میں شرعی نظام عدل 2009ء کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ بعدازاں مولانا صوفی محمد کی سربراہی میں کالعدم تحریک نفاذ شریعت محمدی نے مینگورہ سوات کے گراسی گراؤنڈ میں ایک بڑا جلسہ کیا جس میں مولانا صوفی محمد صاحب نے پاکستان کے آئین اور جمہوری نظام پر شدید تنقید کی۔ جس کی پاداش میں مولانا کو ایک بار پھر 30 جولائی 2009ء کو گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا صوفی محمد صاحب تب سے 14 جنوری 2018ء تک پابند سلاسل رہے۔ بعدازاں ان کی پیرانہ سالی اور شدید علالت کے پیش نظر انہیں رہا کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ان کی صحت اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ گھر واپس جاتے لہٰذا انہیں جیل سے براہ راست ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ وہ گردوں کے مرض میں مبتلا تھے اور آخری وقت تک ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ 11 جولائی 2019ء کو فجر کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 86 برس تھی۔ ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں دیر پائین کے علاقہ کمبڑ میدان میں ان کے بیٹے مولانا عبداللہ نے پڑھائی۔ ہماری معلومات کے مطابق مولانا کو اللہ نے چار بیٹے عطا کیے تھے۔ ان کا ایک بیٹا مولانا کفایت اللہ سوات آپریشن میں ان کی نگاہوں کے سامنے شہید ہوا۔ مولانا کی پوری زندگی شریعت کے نفاذ کی تحریک برپا کرنے اور اس 'جرم' کی پاداش میں بار بار قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے میں گزری۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کی دین اسلام کی سربلندی کی خاطر کی گئی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو صبر جمیل عطا کرے۔

عجیب اتفاق ہے۔ 11 جولائی 2019ء کی صبح مولانا صوفی محمد کا انتقال ہوا اور اگلے ہی روز 12 جولائی 2019ء کو صبح ان کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔ 11 جولائی کو چھ بجے مولانا کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور 12 جولائی کو چار بجے ان کی اہلیہ کا جنازہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا صوفی محمد اور ان کی اہلیہ کی مغفرت فرمائے اور ان کی اولاد کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

دعوتِ فکرِ اسلامی

رفیق چودھری

تنظیم اسلامی یکم اگست سے دعوت فکر اسلامی مہم کا آغاز کر چکی ہے۔ جیسا کہ عنوان سے ہی ظاہر ہے اس مہم کا بنیادی مقصد عوام و خواص میں اسلام کی صحیح فکر کو اُجاگر کرنا ہے۔ اگرچہ ہر مذہب کی طرح اسلام میں بھی عبادات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اسے مذہب کا جزو اعظم کہا جا سکتا ہے مگر آج بدقسمتی سے اُمت کی اکثریت نے محض عبادات و رسومات کے مجموعے کو ہی اسلام سمجھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادات و رسومات تو ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں رہی ہیں۔ قریش مکہ کی ہی مثال لے لیں۔ وہ حج بھی کرتے تھے، کعبے کا طواف بھی کرتے تھے، حاجیوں کو پانی بھی پلاتے تھے۔ مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا بھی کھلاتے تھے۔ گویا اگر دین صرف عبادات و رسومات کے مجموعے کا نام ہے تو قریش بھی اپنے تئیں اس پر عمل پیرا تھے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی آمد کا مقصد کیا تھا؟ حضورﷺ کی آمد کا مقصد کیا تھا؟ اور نزول قرآن کا مقصد کیا تھا؟ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں وضاحت فرما دی:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨﴾ (الصف) ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر اور خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو!“

معلوم ہوا کہ دین محض عبادات و رسومات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے اور اس نظام زندگی کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر قائم و نافذ کرنا ہی اسلام کا بنیادی مقصد ہے۔ یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ اس نظام کو غالب و قائم کرنا کیوں ضروری ہے؟ حالانکہ دنیا میں اور بھی کئی نظام موجود ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس ذات برحق نے انسان کو بنایا ہے، اس زمین و آسمان کو بنایا اور کائنات کی ہر چیز کو تخلیق کیا ہے اسی کا بنایا ہوا نظام ہی سب سے افضل اور عدل پر مبنی ہو سکتا ہے۔ ورنہ کوئی دوسرا اگر کوئی بھی نظام بنائے گا تو وہ کہیں نہ کہیں کسی کی حق تلفی ضرور کرے گا۔ اگر مرد نظام بنائے گا تو عورت کے حقوق کہیں نہ کہیں سے متاثر ہوں گے، عورت بنائے گی تو وہ مرد کے ساتھ انصاف نہیں کر پائے گی، اسی طرح سرمایہ دار نظام بنائے گا تو وہ لازماً مزدور کا استحصال کرے گا اور مزدور بنائے گا تو وہ سرمایہ دار کا حق مارنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا حقیقی معنوں میں عدل وانصاف وہی ذات برحق کر سکتی ہے۔ جس نے انسان سمیت اس کائنات کی ہر شے کو تخلیق کیا ہے۔ جب تک رب کا بنایا ہوا نظام رب کی دھرتی پر قائم نہیں ہوگا یہاں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اللہ کے دین کو قائم کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر ہر لحاظ سے اور ہر سطح پر عدل قائم ہو۔ اسی لیے قرآن میں حکم ہوا:

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ﴾ ”اور (آپؐ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔“

آپﷺ نے اپنی زندگی میں یہ نظام عدل قائم کر کے دکھایا۔ ورنہ اس سے قبل قریش مکہ اللہ کو بھی مانتے تھے لیکن ساتھ خانہ کعبہ میں 360 بت بھی رکھے ہوئے تھے، وہ کعبہ کا طواف بھی کرتے تھے لیکن بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے، حاجیوں کو پانی بھی پلاتے تھے اور دور دراز بستیوں میں لوٹ مار بھی کرتے تھے، محتاجوں اور مسافروں کو کھانا بھی کھلاتے تھے لیکن اپنی کم سن بچیوں کو زندہ درگور بھی کر دیتے تھے، عبادات بھی کرتے تھے لیکن ساتھ معمولی جھگڑوں پر قتل و غارت گری پر بھی اُتر آتے تھے۔ لیکن جب اللہ کا دین نازل ہوا اور آپﷺ نے وہی دین قائم و غالب کر کے دکھایا تو وہی لوگ جو اللہ کو بھی مانتے تھے لیکن بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے اب ان کی اکثریت صرف اللہ کی عبادت کرنے لگی، جو راہزن تھے وہ دنیا کے راہبر بن گئے، جو پینے پلانے پر اور گھوڑے دوڑانے پر کئی کئی نسلوں تک قتل و غارت گری پر اُتر آتے تھے وہ اب ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ جو بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے وہ عورت کے اس قدر محافظ بن گئے کہ اکیلی عورت ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جائے اور کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے۔ اور جو دوسروں کے حقوق غصب کرنے والے تھے وہ اب دوسروں کے حقوق کے اس قدر محافظ بن گئے کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔

ایسا معیاری اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ صرف اُسی وقت ہی تشکیل پا سکتا ہے جب ہر شعبہ زندگی میں خالق کائنات کے احکام کو نافذ کیا جائے۔ یہ نہیں کہ انفرادی زندگی میں تو آپ عبادات اور رسومات میں ہمہ وقت مصروف رہیں لیکن اجتماعی زندگی پر دین کو نافذ کرنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ ایک شخص ذاتی زندگی میں تو بہت عابد، زاہد ہے اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار تک پہنچا ہوا ہے لیکن وہ اجتماعی زندگی میں اسلام کو نافذ کرنے کی کوشش نہیں کر رہا، اپنے گھر بار، ماحول معاشرے میں اللہ کے احکامات کی خلاف ورزیوں اور ظلم و ناانصافی کو روکنے کی کوشش نہیں کر رہا تو گویا اس کا تصورِ دین مکمل نہیں ہے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

○ ((مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) ”تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے اس کا فرض ہے کہ اسے زورِ بازو سے روک دے۔ پس اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے۔ پھر اگر اس کی بھی ہمت نہیں ہے تو دل میں برائی سے نفرت ضرور رکھے۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے“۔ مسلم شریف ہی میں اس مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، جس کے آخر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر دل میں بھی اس منکر کے خلاف نفرت نہ ہو تو ”پھر تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔“

ہمارے ہاں عام طور پر محض عبادات و رسومات کی ادائیگی کو ہی ایمان اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ جب تک زندگی کے دونوں شعبوں یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دین کے نفاذ کی کوشش نہ کی جائے اللہ کی رضا اور مدد حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ بعض حالات میں یہ ادھورا دین اللہ کی ناراضگی کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ اس ضمن میں اللہ کے رسولﷺ کی حدیث کا مفہوم ہمارے مدنظر رہنا چاہیے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو، پس جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، باری تعالیٰ! بے شک اس میں تیرا فلاں بندہ ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی؟ تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اس شہر کو الٹ دو، پہلے اس نیک بندے پر، کیوں کہ میری خاطر (یعنی میری نافرمانیوں اور

کھلے عام گناہوں کو دیکھ کر) کبھی اس کے چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلا۔ (شعب الایمان)

اس سے قبل جتنی بھی مسلمان اُمتیں تھیں اُن سب کے ذمے اصل کام یہی تھا کہ وہ اس دھرتی پر اللہ کے احکامات کو نافذ وقائم کریں۔ جب تک وہ اُمتیں اسلام کے اس بنیادی تقاضا (کل نظام زندگی پر دین کا نفاذ) کو لازم پکڑے رہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل رہی جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سرخرو اور غالب رہیں۔ لیکن جب انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بنیادی فریضہ کو چھوڑ دیا تو وہ اللہ کی مدد اور نصرت سے محروم ہوتی چلی گئیں اور پھر رفتہ رفتہ وہ دنیا میں بھی مغلوب اور محکوم ہوتی چلی گئیں۔ خاص طور پر بنی اسرائیل اس سے قبل اللہ کی منتخب اُمت تھی لیکن پھر ایک وقت آیا کہ ملامت زدہ قوم بن گئی۔ اللہ نے فرمایا:

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾ (المائدہ) ''لعنت کی گئی اُن لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے' داؤدؑ کی زبان سے اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے بھی۔ یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی' اور وہ حدود سے تجاوز کر جاتے تھے۔''

یہ نافرمانی اور حدود سے تجاوز حقیقت میں کیا تھی؟ قرآن نے اگلی ہی آیت میں اس کی وضاحت بھی کر دی۔

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ (المائدہ) ''یہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے اُن منکرات سے جو وہ کرتے تھے۔ بہت ہی برا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔''

بنی اسرائیل کی معزولی کی بھی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ زندگی کے انفرادی گوشہ میں عبادات و رسومات کی ادائیگی تو کرتے تھے (اگرچہ اس میں انہوں نے بہت سی بدعات کو رواج دے دیا تھا) لیکن زندگی کے اجتماعی گوشہ میں احکام الٰہی کے نفاذ کو بھول گئے تھے۔ آج سیکولر فلسفہ کے تحت ہمیں بھی یہی پڑھایا، سمجھایا اور باور کرایا جا رہا ہے کہ انفرادی زندگی میں چاہو تو تم جتنی مرضی ہے عبادتیں کر لو، جتنے مرضی ہے عابد اور متقی بن جاو، اسلامی رسومات کی ادائیگی بھی جوش و جذبے کے ساتھ کرو مگر اجتماعی زندگی میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اُمت مسلمہ اپنے اس منصب کو بھول جائے جس کی وجہ سے اُسے خیر اُمت قرار دیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو خیر اُمت قرار ہی اُس اہم ذمہ داری کی وجہ سے دیا ہے جس کا تعلق اجتماعی زندگی میں نفاذ اسلام سے ہے۔ اسی لیے سورۃ آل عمران میں پہلے اس فریضہ کی ادائیگی کے حوالے سے اُمت کو ضروری تاکید کی جاتی ہے کہ:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ﴾

''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے' نیکی کا حکم دیتی رہے اور بدی سے روکتی رہے۔'' (آل عمران:104)

اور اس کے بعد پھر اس اُمت کے امتیاز اور شرف کو اسی اہم فریضہ کی ادائیگی سے منسلک کیا ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:110) ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے' تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

یعنی اس اُمت کو بہترین اُمت قرار ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کی وجہ سے دیا گیا ہے جس کا تعلق براہ راست اجتماعی زندگی سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اُمت کا آغاز ہی اس وقت ہوا ہے جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے مکہ میں کفر و شرک کے خلاف (تعلیم و تبلیغ سے) جہاد کا آغاز کیا اور توحید کی دعوت دی۔ گویا صحیح تر الفاظ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی اسلام کی بنیاد ہے۔ حقیقت میں اسلام اپنے اصل معنوں پر اُس وقت تک پورا اترتا ہی نہیں جب تک اس میں منکرات کے خلاف جہاد اور نیکی کی ترغیب کا عنصر شامل نہ ہو۔ یعنی اسلام کے معنی اگر بندگی ہیں تو اس کا حق اس وقت تک ادا ہو ہی نہیں سکتا جب تک انفرادی اور اجتماعی زندگی سے منکرات کے خاتمے اور معروف پر عمل کی جدوجہد نہ کی جائے اور اگر اسلام کے معنی سلامتی کے ہیں تو یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک برائیوں کا خاتمہ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تقریباً دس مقامات پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے اہم فریضہ کے متعلق ارشاد ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی ضروری تاکید کی کہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور بدی سے روکو گے' ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ پھر تم دعائیں مانگو گے لیکن اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔'' (ترمذی)

آج مسلمان اُمت کا بھی یہ حال ہے کہ دنیا بھر میں مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہے، حج کے اجتماع میں بھی ہر سال لاکھوں حاجیوں کا اضافہ ہو رہا ہے، عمرے بھی ادا کیے جا رہے ہیں، روزے بھی دنیا بھر میں مسلمان رکھ رہے ہیں، صدقہ وخیرات بھی دل کھول کر کر رہے ہیں، عیدین اور جمعہ کے اجتماعات میں بھی لوگوں کی تعداد پہلے سے بڑھ رہی ہے۔ غرض عبادات و رسومات کی مکمل پیروی ہر جگہ نظر آ رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کو ہی ہر جگہ مار پڑ رہی ہے، ہر جگہ مسلمان ہی مظلوم ہیں، کہیں اللہ کی مدد نہیں آ رہی۔ حالانکہ رو رو کر دعائیں بھی کی جا رہی ہیں۔ اللہ کی مدد کب آئے گی اللہ نے خود بتا دیا:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ (محمد:7)

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

حقیقت میں اللہ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ چاہے تو ساری دنیا میں اپنے دین کو قائم و غالب کر دے مگر پھر مسلمان کی زندگی کا مقصد کیا رہے گا؟ اور ایمان کی آزمائش کیسے ہوگی؟ اور حق اور باطل کی بنیاد پر انسانوں کے فیصلے کیسے ہوں گے؟ لہٰذا یہ ذمہ داری مسلمان اُمت کو دی گئی کہ وہ اللہ کی دھرتی پر اللہ کے نظام کو نافذ و غالب کرنے کی جدوجہد کرے تاکہ یہ آزمائش ہو سکے کہ کون حق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور کون اس کی مخالفت میں کھڑا ہوتا ہے؟ لہٰذا اللہ کی مدد سے مراد نفاذ اسلام کی جدوجہد کی کوشش ہے۔ لیکن اگر آج ہم سیکولر فلسفہ کے زیر اثر دوسروں کے معاملات میں مداخلت کو گناہ سمجھ کر یا دنیا کے موجودہ سسٹم آف سٹیٹ کو جواز بنا کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انفرادی سطح پر نماز، روزہ اور عبادات ہی نجات کے لیے کافی ہیں، یعنی دوسروں کے معاملات میں مداخلت ضروری نہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح دین قائم و نافذ ہو سکے گا۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں دی گئی اُن عظیم قربانیوں کا مقصد کیسے پورا ہوگا؟ پاکستان کو مدینہ کی مثل بنانے کے دعوے کیونکر پورے ہوں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ دین کا قیام و غلبہ مسلمانوں کا بنیادی فریضہ ہے لیکن اس کی بنیاد دعوت ہے۔ جب تک ہم دعوت کا کام نہیں کریں گے دین کیسے قائم ہوگا؟ لہٰذا اقامت دین کی جدوجہد کا لازمی اور بنیادی تقاضا ہے کہ ہم دعوت کے کام کو اپنی زندگی کا حصہ اور مشن بنائیں۔

❁❁❁

فریضۂ حج اور ہماری کوتاہیاں

مفتی محمد اسماعیل

حج بیت اللہ، دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ مقام افسوس ہے کہ دیگر فرائض کی طرح حج کے مقدس فریضے میں بھی کئی طرح کی کوتاہیاں اور غلط فہمیاں عام ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔ ان میں سے کچھ غلط فہمیوں کا تعلق حج کی فرضیت سے اور کچھ کا حج کی ادائیگی سے ہے۔ حج پروازوں کا مبارک سلسلہ جاری ہے، موقع ہے کہ ان غلط فہمیوں کو نشان زد کر کے عوام الناس کو ان سے مطلع کیا جائے! ہمارا کام صرف دین کی صحیح بات کا ابلاغ (پہنچانا) ہے، باقی ہدایت اور اصلاح کے فیصلے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

بڑھاپے سے حج کا کوئی تعلق نہیں

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے۔ اس لیے وہ حج فرض ہونے کے باوجود حج کو اس وقت تک مؤخر کیے رہتے ہیں جب تک بڑھاپے کی دہلیز کو نہ پہنچ جائیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ حج فرض ہونے کا بڑھاپے اور جوانی سے تعلق نہیں بلکہ نصاب کا مالک ہونے سے ہے۔ جو بالغ مسلمان مرد یا عورت، حج کے نصاب کا مالک ہو جائے اس پر حج کی فوری ادائیگی فرض ہے۔ اس کو بلاوجہ مؤخر کرنا جائز نہیں۔

حج کا نصاب کیا ہے؟

رہا یہ سوال کہ حج کا نصاب کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس بالغ، تندرست مسلمان مرد یا عورت کے پاس ضروریات زندگی سے زائد حج کوٹے کے برابر مال ہو وہ نصاب حج کا مالک ہے۔ بالغ ہونے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ نابالغ پر حج فرض نہیں اور تندرست کی قید اس لیے لگائی گئی کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھوں سے معذور پر حج فرض نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حج کرنے کا جو مزہ اور لطف جوانی میں ہے وہ بڑھاپے میں میسر نہیں آسکتا۔ حج ایک مشقت بھرا سفر ہے اور مشقتیں اور دشواریاں برداشت کرنے کی جو قوت انسان کے اندر جوانی میں ہوتی ہے وہ بڑھاپے میں نہیں رہتی۔ پھر زندگی اور مال و دولت کا کوئی بھروسا بھی نہیں۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ حج فرض ہونے کے بعد اس کو بلاوجہ مؤخر نہ کرے اور جلد از جلد حج کے فریضہ سے سبکدوش ہو جائے تا کہ وہ کسی بھی قسم کے گناہ اور بار سے بچا رہے۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں

اگر کسی کو یہ یاد دلائیں کہ بھائی آپ صاحب مال ہیں، آپ کے اوپر حج فرض ہے اس کو ادا کیجیے! تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتیں۔ اور جب تک ماحول نہ ہو ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بمع ملازمین مری، سوات گھومنے جائیں گے۔ سنگاپور، پیرس، اور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لیے نہیں جائیں گے۔ حج کے لیے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے، مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں!

پہلے نماز روزہ کے تو پابند ہو جائیں

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حج پر تو بعد میں جائیں گے، پہلے نماز، روزہ کے تو پابند ہو جائیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ بھائی! جب تم حج پر جاؤ گے تو ایک طرح سے تمہاری تربیت ہو گی اور جب 30 سے 40 روز تک گھر سے باہر رہ کر صرف حرم پاک اور مسجد نبوی میں یہ سارا وقت لگے گا اور ایک خاص عبادت والا ماحول ہو گا تو تم تمام دوسری عبادتوں کے بھی عادی ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بڑی تبدیلی ہو جائے گی، لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے...... اصل بات یہی ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے، کیونکہ اوّل تو حج کا فرض ہونا نماز، روزہ کی پابندی پر موقوف نہیں، دوسرے نماز، روزہ کی پابندی بھی تو اپنے اختیار میں ہے، جب چاہے پابند ہو جاؤ، کیا مشکل ہے؟

دیگر فرائض

کچھ لوگ اس طرح تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ ایک حج ہی ادا کرنے کے لیے رہ گیا ہے! اور بھی تو دوسرے فرائض ہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق ہیں، بچوں کی تعلیم ہے اور نہ جانے کیا کیا بہانے تراشتے ہیں کہ پہلے ان کو پورا کر لیں پھر حج بھی کر لیں گے۔ اتنی جلدی کیا ہے؟

حج کے بعد گناہ نہ کرنا

کچھ لوگ حج پر اس لیے نہیں جاتے کہ بھائی! بس حج کے بعد کوئی گناہ نہیں کرنا، اس لیے بس زندگی کے آخری ایام میں حج کریں گے تا کہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کتنی ہے اور وہ کب پوری ہو جائے، اگر زندگی کے آخری ایام کے انتظار میں موت آ گئی تو پھر کیا ہو گا۔ اس لیے زندگی کے آخری حصہ میں حج کرنے کا انتظار کیے بغیر جتنی جلدی ممکن ہو سکے حج کر لینا چاہیے۔

اولاد کی شادی کو مقدم سمجھنا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک تمام اولاد کی شادی نہ ہو جائے اس وقت تک حج نہیں کرنا چاہیے! یہ خیال بھی غلط اور بے بنیاد ہے۔ اولاد کی شادی سے حج کی فرضیت کا کوئی تعلق نہیں۔

کاروباری عذر

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں! اگر بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا ہو گا؟ بہر حال کسی قابل اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لیے جائیں اور اگر کوئی بھروسا کا آدمی نہ ملے تو دکان بند کر کے حج کے لیے جائیں۔

پہلے بڑوں کے حج کو ضروری سمجھنا

حج کے حوالے سے ایک غلط فہمی لوگوں میں یہ بھی پائی جاتی ہے کہ جب گھر کے بڑے اور والدین حج نہ کر لیں اس وقت تک چھوٹوں پر حج فرض نہیں سمجھتے۔ حالانکہ نماز، روزے، زکوٰۃ کی طرح حج بھی انفرادی طور پر عائد ہونے والا فریضہ ہے۔ بڑوں کے حج کرنے، نہ کرنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

سفر حج کو مال کا ضیاع سمجھنا

بعض روشن خیال لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اتنی

بھاری رقوم حج کے لیے خرچ کرنے کی بجائے ریاست کے فقراء پر اسے خرچ کیا جانا چاہیے! اس نظریے کے حامل وہ لوگ ہیں جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ زکوٰۃ کے لیے تملیک (محتاج کو مالک بنانا) ضروری نہیں سمجھتے اور دین کے ہر مسئلے میں اپنی عقل ناقص کو فوقیت دینے کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو قبول کرنے کا پابند ہے، اپنی عقل کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں عقل کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔

کچھ کھا کما لیں

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کما لیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔ ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، سود، رشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی اصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے۔ حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کیے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں۔ اس لیے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے۔ اور جب بوڑھے ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

بغیر بیوی کے حج نہ کرنا

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور ان کے پاس اس قدر پیسے ہیں جن سے وہ خود تو حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ بیوی کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اس وقت میاں بیوی دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں حج کو مؤخر کرنا درست نہیں اور بیوی کو بھی اپنی وجہ سے خاوند کو حج کا فرض ادا کرنے سے روکنا درست نہیں۔ خاوند کو چاہیے کہ اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرا دے۔

کاروبار کس کے حوالے کریں؟

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آ جائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اس وقت چھوٹے بچوں کا سب انتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں انتظام ہوسکتا ہے تو حج کے لیے جانے پر بھی انتظام ہوسکتا ہے۔ اس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

حج کے بجائے عمرہ کرنا

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ ان کے پاس مال ودولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ ادا نہیں کرتے۔ البتہ یہ لوگ عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو حج کرنا چاہیے، عمرہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی سعادت ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں لہٰذا عمرہ کا اتنا اہتمام کرنا اور اس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا بہت غلط بات ہے۔

حج کے احکام سے ناواقفیت

جس طرح دنیا کے ہر کام اور پیشے (بلکہ ہر کھیل) کے اصول اور ضابطے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کے بھی اصول ہیں، جن کا خیال کیے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ ذمہ داریوں سے کماحقہ بری نہیں ہوسکتا۔ مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کے لیے ایک بھاری رقم خرچ کرتا ہے، اتنی رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی اگر اس کا حج، حج کے ضابطوں کے مطابق نہ ہو یا اس پر کئی اقسام کے جرمانے لاگو ہو جائیں تو یقیناً یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ اس لیے حج درخواست منظور ہونے کے بعد عازم حج کو چاہیے کہ وہ حج کا طریقہ اور اس کے ضروری احکام وہدایات سے واقفیت حاصل کرے۔ اس کے لیے حج تربیتی کورسز میں شرکت، حج کے متعلق مستند کتابوں کا مطالعہ اور سفر حج میں علمائے کرام اور مناسک حج سے واقف رفقاء کا انتخاب ضروری ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ حلقہ لاہور غربی کے ایک نقیب اسرہ کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم فل پولیٹیکل سائنس (جاری)، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-9751067

☆ سیالکوٹ کے رہائشی مہر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم کام کے لیے ترجیحاً سیالکوٹ کے رہائشی، دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0349-8739623

☆ سبزہ زار لاہور میں مقیم اردو اسپیکنگ شیخ صدیقی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم چارٹرڈ اکاؤنٹینس (جاری ہے)، قد 5.5، خوبصورت، خوب سیرت، امور خانہ داری میں ماہر، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے نیک اور شریف گھرانے سے برسر روزگار بچے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0322-6755735

رفقاء متوجہ ہوں

"دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ، (نزد چوہنگ) لاہور" میں

25 تا 31 اگست 2019ء (بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:- ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

Salvation of the Muslim Ummah in This World and in the Hereafter!

Three verses (102-104) of Surah Aal-e-Imran are of immense significance as they contain in a nutshell the comprehensive three-point plan of action Muslims are commanded to undertake in order to attain terrestrial success as well as salvation and felicity in the Hereafter. The English translation of these verses is as follows:

Verse 102

O you who have believed, fear (heed) Allah as He should be feared (heeded) and do not die except as Muslims [in submission to Him, in the state of Islam].

Verse 103

And hold firmly to the rope of Allah all together and do not become divided. And remember the favor of Allah upon you - when you were enemies and He brought your hearts together and you became, by His favor, brothers. And you were on the edge of a pit of the Fire, and He saved you from it. Thus does Allah make clear to you His verses that you may be guided.

Verse 104

And let there be [arising] from you a nation [Party, Group] inviting to [all that is] good, enjoining what is right and forbidding what is wrong, and those will be the successful.

[Ref: Surah Aal-e-Imran; Verses 102 – 104)

These verses occur almost in the middle of the Surah Aal-e-Imran and as such occupy a pivotal position in the numerous themes with which the Surah deals. As is commonly believed by Muslims, every single verse of the Qur'an contains both theoretical wisdom and practical guidance. Similarly, though the above mentioned three verses too have philosophical points of wisdom or theoretical *hikmah*, we shall mainly dilate upon the practical guidance provided by them. We believe that pure academicism or too much philosophical or critical acumen exercised in understanding a particular point quite often hides from the scholar the concrete and practical guidance contained therein. Moreover, what the Muslim Ummah as a whole needs today is a clear and precise perception of the religious obligations and imperatives and a resolve to act upon them in the right earnest.

The first verse (102) tells the Muslims very precisely, and yet very comprehensively, the obligations which they have to fulfill as members of the Muslim Ummah — the priorities in the conduct of life and the value- structure to be upheld during the course of this worldly life.

The second verse (103) enlightens the Muslims about the binding-force which unites and welds them into an Ummah (a religious fraternity) — the instrument which turns them into a disciplined community with a common aim.

The third verse (104) delineates the objective and goal of the Muslim Ummah in general and that of the activist Islamic group or *Hizbullah* in particular. In other words, it deals with the question: What is the mission and the target for which the Ummah has to strive?

One can very easily see that there is a strong logical relationship between these three points.

Every organizational effort or collectivity depends ultimately upon the individual members — their existential commitment to the group's world-view and determination to act accordingly. How can a group or a collectivity proceed in the right direction unless its individual members act and behave in the right manner? If individuals do not

conduct themselves on the prescribed lines, how can the group as a whole work appropriately and achieve its envisaged targets?

It is quite logical, therefore, that in organizing a collective effort the individual person himself comes first. In the context of Islamic Ummah's mission and goal, the foremost point is that an individual Muslim should realize and perform his religious obligations. He should be quite clear as to what Islam requires him to do, and he must fulfill those requirements.

The second practical step, elucidated in verses 103, is that the Muslim Ummah is urged to undertake is that all those who have accomplished to the maximum possible degree the requirement(s) of verse 102 and attained the driving force of *Taqwa* (i.e., God-consciousness) in their lives — are called upon to unite and join together for the cause of Islam. Until and unless they join hands together and become like a solid steel- ribbed structure, they cannot achieve the supremacy and ascendancy of Islam at the global level.

Finally, the question arises: what is the objective or goal this group should keep in view and work for? As a matter of fact, all creations and artifacts are made for serving some purpose. Even a small and modest association of people is constituted and organized for achieving certain goals defined in the memorandum of aims and objectives or the mission statement. So the question that quite naturally arises is: what is the purpose or goal of that group, which results from collectively clinging to the Qur'an? This exactly is what is explicated in verse 104 of the Surah.

This verse (104) demands the formation of a group comprising of committed and motivated Muslims from among the vast Muslim fraternity of less motivated believers (according to the generally accepted exegesis of the verse). That is to say, this verse provides answer to the question: what should be done when, by and large, the Ummah neglects its religious obligations and thus pays no heed to its divinely ordained duties. It is a well-established truth that any influential and wide- ranging mission, be it a moral or an immoral one, requires the concerted efforts of a group of people.

This verse (104) of Surah Aal-e-Imran enlightens us about the three fundamental aims and objectives of this collectivity of God-conscious and motivated Muslims, which are:

1. Calling and inviting people to all that is good and noble.
2. Enjoining and dictating the doing of all that is right and virtuous.
3. Forbidding the doing of all that is wrong, sinful and immoral.

In technical religious terms, points 1, 2 and 3 mentioned above refer to what is known as *Da'wah Ilal-Khair, Amr Bil-Ma'roof* and *Nahee Anil-Munkar*, respectively.

It has to be noted that fulfilling these objectives is dependent on the state and degree of a person's *Iman* (faith in Allah *SWT*) along with the strategic conditions and the intensity of operations that conditions allow.

May Allah *(SWT)* bestow upon us the understanding of the importance of striving in His (SWT) way, according to His *(SWT)* terms and conditions. May Allah *(SWT)* grant the entire Muslim Ummah salvation in this world and in the Hereafter. *Aameen!*

==================================

<u>Source</u>*: Excerpts from "3-Point Action Agenda for the Muslim Ummah", the English translation done by Dr. Absar Ahmad of a booklet written by late Dr. Israr Ahmad (RAA).*

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ نیو کراچی تنظیم کے رفیق عاصم رضا کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت:0300-9220030

☆ ملتان شہر کے رفیق جناب فیضان احمد کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0306-7867333

☆ حلقہ فیصل آباد کے ملتزم رفیق مختار علی صدیقی کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی بفرزون/شادمان کے رفیق ذیشان عباس کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت:0333-3361738

☆ حلقہ کراچی شمالی، گلشن معمار کے ملتزم رفیق شعیب برلاس کے پوتے کا انتقال ہو گیا۔ برائے تعزیت:0333-3174852

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol: 28 **Regd. No. C.P.L NO.114** **No.31**

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore